تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار   لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ندائے خلافت
لاہور

جاری کردہ : اقتدار احمد مرحوم   ۱۸ جون ۱۹۹۷ء   مدیر : حافظ عاکف سعید

"میری جان کی قسم' اگر ساری دنیا میں اسلام کی نبض ڈوب جائے' کہیں بھی اس میں زندگی کی رمق باقی نہ رہے' پھر بھی کوہ ہمالیہ اور ہندوکش کے درمیان بسنے والوں میں اسلام زندہ رہے گا' اور اس کا عزم جواں رہے گا"۔

"امیر البیان" امیر شکیب ارسلان کے یہ الفاظ جو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مد ظلہ نے اپنی تالیف "دریائے کابل سے دریائے یرموک تک" میں نقل کئے ہیں' اس اعتبار سے بہت قابل توجہ ہیں کہ اولاً ان میں جس علاقے کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اس میں افغانستان کے مشرقی علاقوں کے علاوہ پاکستان کا بھی پورا کوہستانی علاقہ بالخصوص ملاکنڈ ڈویژن بھی شامل ہیں۔ اور ان شاء اللہ پاکستان اور افغانستان کے ان ہی ملحق علاقوں سے "خلافت علیٰ منہاج النبوت" کا سورج طلوع ہو گا۔ (الحمد للہ کہ تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پہلے ہی سے اس علاقے میں خصوصی دعوتی و تنظیمی مہم شروع کر چکی ہے۔ چنانچہ ان شاء اللہ اتوار ۲۹ جون کو علاقہ بونیر کے قصبہ سواڑی ضلع ڈگر میں "خلافت ریلی" منعقد کر رہی ہے!) اور ثانیاً ——— اس میں افغانستان کا شمالی علاقہ شامل نہیں ہے!

☆

افغانستان کے بارے میں علامہ اقبال کے یہ الفاظ بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں

جو انہوں نے 1936ء میں لندن سے شائع ہونے والی ایک کتاب "افغانستان' اے بریف سروے" (مؤلف : جلال الدین احمد) کے پیش لفظ میں تحریر فرمائے تھے :

"میں ہمیشہ سے افغان قوم کو لامتناہی قوتوں کا حامل سمجھتا ہوں۔ اس قوم نے محمد غوری' علاؤ الدین خلجی' شیر شاہ سوری' احمد شاہ ابدالی اور سب سے بڑھ کر جمال الدین افغانی کو پیدا کیا۔ ان افغانیوں کی ایک خصوصیت قدامت پسندی کا جوش ہے جو ان کے لئے ہمیشہ قوت کا سرچشمہ رہا اور رہے گا۔ اس کے ذریعے ماضی سے ان کا رشتہ زندہ و سلامت رہتا ہے مگر وہ نئے زمانے کے مطالبات سے بھی بے بہرہ نہیں ہو پاتے۔ ان کی قدامت پسندی نے انہیں اپنی روایات پر فخر کرنا سکھایا ہے لیکن روایات کے بوجھ سے ان کے اندر کی روح کے ارتقاء میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ افغانوں کی قدامت پسندی تو ایک اعجاز ہے۔ یہ اپنی جگہ برقرار بھی ہے اور اسے جدید ثقافتی قوتوں کا نہ صرف شعور ہے بلکہ وہ اس کے مزاج میں رچ بس گئی ہیں اور یہی افغان قوم کی صحت مندی کا راز ہے"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث امروز

جنرل (ر) محمد حسین انصاری

انسانی غیرت

غیرت انسان کا خاصہ ہے۔ غیرت ہی اس کی پہچان اور غیرت ہی اس کی شان ہے۔ غیرت نام ہے زندگی کے جذبہ تحفظ کا' اپنے حق کی پاسداری کا' اپنی انا کا۔ یوں تو ہر جاندار میں غیرت پائی جاتی ہے کہ غیرت اس کی تخلیقی جبلت ہے مگر بے شعور ہونے کے ناطے جانور کی غیرت بے لگام ہو جاتی ہے جبکہ شعور انسانی غیرت کی آبیاری کرتا ہے' اسے سدھارتا ہے' اس کے شرف کی حفاظت کرتا ہے اور اسے جنون کی بجائے وقار بخشتا ہے۔ چونکہ اجتماعیت انسان کی مجبوری ہے لہٰذا انفرادی غیرت قومی غیرت میں ڈھل جاتی ہے اور نظریاتی حمیت کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زندہ اور باشعور قومیں اپنی جغرافیائی اور نظریاتی حدود کی کماحقہ حفاظت کرتے ہوئے بین الاقوامی سطح پر باعزت اور باوقار مقام حاصل کر لیتی ہیں۔ اس مذکورہ تناظر میں بھارت سے تعلقات خوشگوار بنانے کی دھن کا تجزیہ کیجئے جو حکومت کو اس وقت اتم درجہ لاحق ہے۔ میاں محمد نواز شریف کے think tank نے قومی سطح پر دو ہی منصوبے سوچ نکالے کہ جن سے قوم کی بگڑی بن جائے: "قرض اتارو ملک سنوارو" اور "بھارت سے تعلقات کو خوشگوار بناؤ"۔ نتیجے کی پرواہ کئے بغیر قوم نے اول الذکر منصوبے پر حکومت کا بھرپور ساتھ دیا کہ ملک سنوارنے کا عندیہ تھا' غیروں کی جکڑ سے چھڑوا لینے کا وعدہ تھا۔ اگرچہ امراء کی اکثریت نے اس موقع کو غنیمت جانا کہ کالا دھن باسہولت سفید ہو جائے گا مگر عام شہری نے نہایت خلوص دل سے لبیک کہا کہ جو کچھ کسی سے ہو سکا اس نے بلا تامل دے ڈالا۔ باوجود اس کے کہ حکومت اپنا وعدہ تاحال ایفا نہیں کر پائی' قوم نے کسی منفی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن بھارت سے تعلقات استوار کرنے کے منصوبے پر ردعمل یکسر مختلف ہے۔ ممکن ہے سیاسی ہمدردی رکھنے والے بعض لوگوں نے مصلحتاً خاموشی اختیار کر رکھی ہو مگر قوم کی واضح ترین اکثریت نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ اس لئے کہ قومی غیرت کا معاملہ ہے' دینی حمیت کا مسئلہ ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ موجودہ ارباب اقتدار بھی پوری قوم کی طرح انہی جذبوں سے سرشار ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسا کیوں؟ بھارت سے اتنی لجاجت کی کیا مجبوری ہے؟ بھارتی وزیر اعظم سے کب کی دوستی پنہاں تھی کہ جس کی یاد انہیں دلائی جا رہی ہے؟ ممکن ہے حکومت وقت کے پیش نظر کوئی لاینحل الجھی ہوئی گتھیاں ہوں یا کسی بین الاقوامی بڑے کی ہدایت! بہر صورت قوم کو اعتماد میں لینے کی ضرورت ہے۔ آخر اپنے ہی عوام سے پردہ داری کیوں؟ ۴ جون ۱۹۹۷ء کو عوام نے تمام اخبارات کی شہ سرخیوں سے جانا کہ بھارت نے جالندھر میں مزید پرتھوی میزائل نصب کر دیئے ہیں کہ پاکستان کا سارا پنجاب زد میں آ گیا۔ یہ خبر بھی مشتہر ہوئی کہ بھارت نے پاکستان کی جاسوسی کے لئے تیسرا سیارہ بھی خلا میں بھیج دیا۔ ابھی قوم اپنے آرمی چیف کے بیان پر غور کر رہی تھی کہ "میزائلوں سے جواب دیں گے" اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے اس بیان پر سوچ بچار کر رہی تھی کہ "بھارت کا ہر شہر ہمارے نشانے پر ہے" کہ جناب وزیر اعظم میاں نواز شریف کے ایل ٹی وی کو دیئے گئے انٹرویو کے دوران اس پیشکش نے کہ "پاکستان اور بھارت کشمیر سے فوجیں ہٹالیں" لوگوں کے ہوش اڑا دیئے۔ اسی انٹرویو میں میاں صاحب نے پاکستان اور بھارت کے دفاعی بجٹ میں کمی کا آئیڈیا پیش کرتے ہوئے توقع کا اظہار کیا کہ گجرال مثبت جواب دیں گے اور یہ کہ "اب دشمنی ختم ہو جانی چاہئے"۔

اس صورتحال پر جب زندگی کے ہر شعبے نے شدید ردعمل کا اظہار کیا تو وزیر اعظم نے یہ بیان داغ دیا کہ قوم نے انہیں بھارت سے تعلقات استوار کرنے کا مینڈیٹ دیا ہے۔ ملک کے کسی کونے کھدرے سے وزیر اعظم کے اس استدلال کے حق میں آواز سنائی نہیں دی۔

اس میں شک نہیں کہ پاک بھارت تعلقات اس خطے کا سیاہ ترین باب ہیں۔ اس کے ممکنہ تدارک کا مناسب حل تجویز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ صورت حال کے محرکات کا دیانتدارانہ تجزیہ کیا جائے۔ کشمیر operation کے علاوہ دو باقاعدہ جنگیں لڑی جا چکی ہیں اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ہر بار زیادتی اور پہل بھارت نے کی۔ بھارت ہم سے بڑا ملک ہے' اس کے وسائل ہم سے زیادہ ہیں اور اس کی جنگی قوت ہم سے کہیں زیادہ ہے مگر ہم بھی تو ایک آزاد اور خود مختار ملک ہیں۔ پڑوسیوں سے اچھے تعلقات قائم رکھنا ہماری دینی تہذیب ہے۔ ہم برابری کے خوگر ہیں' کسی کی برتری کے قائل نہیں۔ بھارت کا ماضی ہمیں یاد ہے اور حال کے کرتوت بھی سامنے ہیں۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ہمارا فریضہ ہے۔ اب صرف بیانات و اعلانات سے کام نہیں چلے گا۔ جو کچھ ہے سامنے لایئے۔ جہاں غیروں کو سوچنے کا موقع ملے گا وہاں اپنوں کے حوصلے مزید بلند ہوں گے۔ باغیرت قومیں ہی باعزت طور پر زندہ رہتی ہیں۔ ایران اور چین کی درخشندہ مثالیں تاریخ کا حصہ ہیں۔ ہمارے ارباب اقتدار بھی ویسی ہی غیرت اور حمیت کا مظاہرہ کریں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ

عاکف سعید

ضابطہ اخلاق سے عاری صحافت

"سیاست" کا لفظ آج کل ہرگز اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ جھوٹ' وعدہ خلافی' دھوکہ' فریب دہی اور اس نوع کے دیگر رذائل کو جمع کر لیا جائے تو اس معجون مرکب پر لفظ سیاست کا اطلاق ہوتا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک فرمان میں سیاست کو کار نبوت میں شمار کیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے : "کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء' کلما ھلک نبی خلفہ نبی"۔ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاءؑ کے ہاتھوں میں تھی' جب بھی ایک نبیؑ انتقال کرتا اس کی جگہ پر کرنے کے لئے دوسرا نبی موجود ہوتا۔ معلوم ہوا کہ سیاست فی نفسہ کوئی بری شے نہیں ہے بلکہ فی الاصل ریاستی انتظامی معاملات کو مدبرانہ انداز میں چلانے کو "سیاست" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ مقدس کام جب نااہل ہاتھوں میں آیا اور ضابطہ اخلاق سے عاری' بے اصول اور بے ضمیر لوگوں کا مشغلہ بنا تو اس کی تعبیر (connotation) بھی بدل گئی۔ کچھ یہی معاملہ صحافت کا بھی ہے۔ یہ ایک مقدس پیشہ تھا اور موجودہ صدی کے نصف اول تک صورت یہ تھی کہ بالعموم مثبت تعمیری سوچ کے مالک' قوم کی خیر خواہی کے جذبے سے سرشار اور حد درجہ باشعور اور بااصول لوگ ہی میدان میں پیش پیش نظر آتے تھے۔ برعظیم پاک و ہند کی ماضی قریب کی تاریخ آسمان صحافت کے ایسے درخشاں ستاروں سے بھری نظر آتی ہے جن پر یہاں کے مسلمان بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ رواں صدی کے آغاز سے اگر شمار کیا جائے تو اس قافلے کے اولین سالار مولانا ابوالکلام آزادؒ تھے جنہوں نے "الہلال" اور "البلاغ" کے ذریعے تعمیری اور مقصدی صحافت کو متعارف کرایا۔ پھر "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" کے مصداق اس میدان میں یکے بعد دیگرے ایسی قد آور شخصیات نظر آتی ہیں جن کے آس پاس کی کوئی مثال پیش کرنے سے دور حاضر قاصر نظر آتا ہے۔ کوچہ صحافت میں مولانا ظفر علی خان' خواجہ حسن نظامی' چراغ حسن حسرت' مولانا عبدالمجید سالک اور مولانا محمد علی جوہر کی خدمات سے کون واقف نہیں' یہ بات شاید اکثر لوگوں کے علم میں نہ ہو کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بھی اپنے تحریکی مشن کا آغاز ایک صحافی کے طور پر کیا تھا۔ بعد میں جب وہ ایک تحریک کے قائد اور اسلامی جماعت کے امیر کے طور پر نمایاں ہوئے تو ان کی شخصیت کا یہ پہلو پس منظر میں چلا گیا۔ اس مقصدی اور تعمیری صحافت کے میدان کی آخری قد آور شخصیت حمید نظامی مرحوم کی تھی جنہوں نے آخری سانس تک صحافت کے تقدس کو بحال رکھنے اور اس کوچے کو ہر نوع کی آلودگی سے بچانے کی کوشش کی اور اس دور میں بھی جب کہ صحافت پر بالعموم کاروباری رنگ غالب آ چکا تھا' مقصدیت کے پرچم کو بلند رکھا۔ یہ تمام حضرات ایک دوسرے سے اختلاف بھی کرتے تھے اور بسا اوقات ایک دوسرے کی چٹکیاں بھی لیتے تھے لیکن یہ سب کچھ اخلاق اور شائستگی کی حدود کے اندر اندر ہوتا تھا اور صحافتی ضابطہ اخلاق کی پابندی کو وہ ہر دوسری چیز پر مقدم رکھتے تھے۔

آج صحافت کیا ہے؟ —— فقط اک کاروبار' اک بزنس! —— اور اس بزنس کو اگر واقعتاً کاروباری انداز میں چلایا جائے یعنی دولت اور ناموری حاصل کرنے کے لئے ہر ضابطہ اخلاق کی دھجیاں بکھیرنے کو اپنا شعار اور ہر نوع کی بے اصولی کو اپنا وطیرہ بنا لیا جائے تو یہ کاروبار کسی انڈسٹری سے کم نہیں! —— کون نہیں جانتا کہ آج کی اخباری صحافت بلیک میلنگ کا سب سے موثر ذریعہ ہے اور وہ صحافت جسے جمہوری نظام کا چوتھا ستون قرار دیا جاتا ہے' پاکستان کے فرسودہ اور گلے سڑے جمہوری نظام میں اس کا رول تعمیری سے زیادہ تخریبی ہے۔ ہاں ڈگری کا فرق ضرور ہے۔ بعض اخبارات کرپشن کی اس دلدل میں' جس میں بحیثیت مجموعی ساری قوم گرفتار ہے' سرتاپا غرق نظر آتے ہیں تو بعض ابھی تک کچھ اچھی روایات کا دامن تھامے اس دلدل سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ حمید نظامی مرحوم کا جاری کردہ اخبار "نوائے وقت" اگرچہ اس دور کو بہت پیچھے چھوڑ آیا ہے جب یہ مرحوم کے زیر ادارت شائع ہوتا تھا تاہم دوسرے اخبارات کے مقابلے میں اس اخبار کا وجود اب بھی ہمارے نزدیک بسا غنیمت است۔ گو ان تمام اچھی اور صحت مند روایات کا پاس و لحاظ تو ہمیں اب موجودہ "نوائے وقت" میں نظر نہیں آتا جن کی پاسداری کا فریضہ حمید نظامی مرحوم ایک مجاہد کے سے انداز میں ادا کرتے رہے تاہم اپنی فہم کی حد تک کلمہ حق کہنے اور نظریہ پاکستان کے حوالے سے بعض مقصدی اقدار کی پاسداری کے باعث ہم اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں اب تک کسی بھی دوسرے اخبار کے مقابلے میں "نوائے وقت" سے یہ زیادہ توقع تھی کہ یہ صحافتی ضابطہ اخلاق پر سختی سے عمل پیرا ہو گا' لیکن افسوس کہ ہماری یہ خوش فہمی پچھلے دنوں دور ہو گئی جب پچھلے تین ماہ کے دوران وزیر اعظم اپنے ابا جان اور دیگر بھائیوں کے ہمراہ امیر تنظیم اسلامی سے ملاقات کے لئے دوسری بار قرآن اکیڈمی تشریف لائے۔ یہ چونکہ ایک غیر سرکاری ملاقات تھی اور اس موقع پر کسی اخبار کا کوئی نمائندہ موجود نہیں تھا لہٰذا اس کا پریس ریلیز ہم نے خود مرتب کر کے اخبارات کو ارسال کیا تھا۔ "نوائے وقت" میں اس ملاقات کی جو رپورٹنگ ہوئی اس میں ایک بات ایسی شامل کر دی گئی جو سرے سے خلاف واقعہ تھی۔ نوائے وقت کے نیوز ایڈیٹر نے زیب داستان کی خاطر اس بات کا اضافہ کر دیا کہ وزیر اعظم نے غیر سودی معاشی ڈھانچے کی تشکیل کے لئے قائم کی جانے والی کمیٹی میں ڈاکٹر اسرار احمد کے ساتھ ساتھ قاضی حسین احمد اور پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کو بھی شامل کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ہمیں اس پر تو ہرگز کوئی اعتراض نہیں کہ اس کمیٹی میں مذکورہ بالا افراد کو بھی شامل کیا جائے تاہم یہ بات چونکہ سرے سے خلاف واقعہ تھی لہٰذا اس کی تردید کے لئے امیر تنظیم اسلامی نے مدیر نوائے وقت جناب مجید نظامی کو خط لکھا کہ وہ اس کا نوٹس لیں اور اس کی تردید اخبار میں شائع کریں۔ نظامی صاحب نے اپنے رپورٹنگ سیکشن سے چھان بین کے بعد اعتراف کیا کہ واقعتاً ایسی کوئی بات تنظیم کے جاری کردہ پریس ریلیز میں شامل نہیں تھی اور ہمارے رپورٹر کی یہ زیادتی ہے کہ اس نے اپنی طرف سے یہ بات خبر میں شامل کر دی۔ ہمیں توقع تھی کہ نوائے وقت اس معاملے میں ہماری طرف سے بھیجی گئی تردید کو نمایاں انداز میں شائع کرے گا اور اپنے رپورٹر کی دانستہ غلط بیانی اور اظہار معذرت بھی کرے گا۔ لیکن ہماری حیرت اور رنج میں اضافہ ہوا جب اگلے دن کے اخبار میں نوائے وقت کے اداریہ نگار نے اسی بے سروپا اور خلاف واقعہ خبر کو بنیاد بنا کر ایک لمبا چوڑا شذرہ بھی تحریر کر دیا۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے! —— اس معاملے کو اگر ان کی صحافتی مجبوری گردانتے ہوئے نظر انداز بھی کر دیا جائے کہ اداریہ چونکہ پہلے سے ضبط تحریر میں آ جاتا ہے لہٰذا وہ اپنی غلطی پر ہر بروقت مطلع ہو جانے کے باوجود اداریئے کی اشاعت کو روک نہ سکے' تب بھی ادارہ نوائے وقت کے اس غیر ذمہ دارانہ اور اخلاق و اصول سے عاری طرز عمل کو ہم کیا نام دیں کہ ہماری طرف سے بھیجی گئی تردید انہوں نے آج تک شائع نہیں کی!! ہمیں ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ صحافتی اخلاق و دیانت کا معیار اتنا گر چکا ہے۔ اگر "نوائے وقت" کی صحافتی دیانت کا یہ عالم ہے کہ کسی اور اخبار سے ہم کیا توقع رکھ سکتے ہیں!!

پاکستان اور افغانستان کے درمیان کنفیڈریشن قائم کی جائے

حقیقی اسلام کو آج بھی مسلمانوں کے مابین اتحاد کے لئے ایک موثر قوت کی حیثیت حاصل ہے

جمعہ کے تقدس کے پیش نظر نصف یوم کی تعطیل نماز جمعہ سے قبل ہونی چاہئے !

ہم موجودہ حکومت کی افغان پالیسی کی بھرپور تائید کرتے ہیں

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان کے 6/ جون کے خطاب جمعہ کی تلخیص

۶ جون ۹۷ء کو امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دار السلام باغ جناح میں نماز جمعہ سے قبل اپنے خطاب میں جمعہ کی چھٹی کے خاتمے کے منفی نتائج' فرضیت و فضیلت جمعہ' افغانستان کی موجودہ صورتحال اور پاکستان کی افغان پالیسی' پاک بھارت تعلقات اور کشیدگی اور اس میں امریکہ کے کردار جیسے اہم موضوعات پر گفتگو فرمائی۔ ذیل میں اس خطاب کی تلخیص پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

قرآنی آیات کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد :

حکومت نے بعض کاروباری مصالح کے پیش نظر جمعہ کی چھٹی کی بجائے اتوار اور جمعہ کے نصف ثانی کی چھٹی کا فیصلہ کیا' تو ہم نے اس پر احتجاج نہیں کیا۔ کیونکہ اسلام میں ہفتہ وار چھٹی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ لیکن اب اس نئے پروگرام کے منفی نتائج سامنے آنے لگے ہیں۔ بنکوں میں عین نماز جمعہ کے وقت بھی کام جاری رہتا ہے۔ جبکہ بعض نجی اداروں میں بھی نماز جمعہ کا اہتمام نہیں ہو رہا۔ سب سے زیادہ خطرناک بات تو یہ ہے کہ حال ہی میں سندھ اسمبلی نے نماز جمعہ کا وقفہ کئے بغیر اجلاس جاری رکھا۔ چنانچہ نئے نظام میں جمعہ کی حرمت پامال ہو رہی ہے۔

لہٰذا بریں ہم حکومت وقت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ

اولاً' سندھ اسمبلی نے جمعہ شعیرہ جمعہ کی جو بے حرمتی کی ہے' اس کا سخت نوٹس لیا جائے۔

ثانیاً' جمعہ کے نصف ثانی کی بجائے نصف اول کی تعطیل کا اعلان کیا جائے۔ تاکہ لوگ ذہنی' نفسیاتی اور روحانی تیاری کر کے ۱۱ بجے کے لگ بھگ مسجدوں کو آ جائیں اور نماز اور عربی خطبہ سے پہلے اردو تقریر سن سکیں۔ کیونکہ جمعہ کا مقصد تذکیر اور نصیحت ہے اور یہ مقصد اردو وعظ کی سماعت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ نصف ثانی میں کام کے لئے اوقات ۲ تا ۶ یا ۲:۳۰ تا ۶:۳۰ بجے شام طے کئے جا سکتے ہیں۔ اس طرح جمعہ کی بے حرمتی نہیں ہوگی۔

ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ نماز جمعہ کوئی نفلی عبادت نہیں بلکہ فرض ہے۔ قرآن حکیم میں اس کی فرضیت کا حکم بایں الفاظ آیا ہے۔

﴿یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعہ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع' ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون○﴾ (الجمعہ : ۹)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو' اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو"۔

> "اگر افغانستان میں اسلامی حکومت وجود میں آگئی اور دستوری سطح پر ہماری موجودہ منافقانہ روش جاری رہی تو ہماری پختون بیلٹ افغانستان کے ساتھ مل جائے گی کیونکہ اسلام کی قوت تسخیر اسے کھینچ لے گی"

"وذروا البیع" کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ اذان جمعہ سے دنیوی کاروبار چھوڑ دینا واجب ہے۔ چنانچہ جو کوئی اذان جمعہ سے ادائیگی نماز تک کے دوران کاروبار میں مشغول رہتا ہے' وہ حرام کا ارتکاب کرتا ہے۔ "ذکر اللہ" سے مراد خطبہ جمعہ ہے۔ خطبہ ہی جمعہ کی اصل شناخت ہے۔ جمعہ کے روز نماز جمعہ میں چار فرضوں کی بجائے فرض کی دو رکعتیں رکھی گئی ہیں اور دو کی چھوٹ دی گئی ہے' اس کی جگہ دو خطبے لازم کئے گئے ہیں۔ پس خطبہ اور نماز جمعہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ جو لوگ ان کے ضمن میں تساہل اور سہل انگاری کا مظاہرہ کرتے ہیں' ان کے لئے نبی کریمؐ نے سخت وعید فرمائی ہے۔ فرمایا :

"لوگوں کو چاہئے کہ باز آ جائیں جمعہ کی نماز ترک کرنے سے' ورنہ اس کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے اور پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں۔"

یہ تو جمعہ کی فرضیت کا بیان تھا۔ اس کی فضیلت کے حوالے سے بھی اس کا اضافی حق بنتا ہے۔ جیسے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غرباء کا حق ہوتا ہے۔ فضیلت جمعہ کے ضمن میں نبی کریمؐ نے فرمایا :

"جس شخص نے جمعہ کے دن اس طرح غسل کیا' جیسے وہ غسل جنابت کرتا ہے اور پھر وہ جمعہ کے لئے (مسجد کی طرف) چلا۔ وہ پہلی گھڑی میں روانہ ہوا تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی دی۔ دوسری ساعت میں چلا تو گویا اس نے گائے قربان کی' تیسری میں نکلا تو گویا اس نے مینڈھا (راہ خدا میں) ذبح کیا۔ چوتھی میں گیا تو گویا اس نے ایک مرغی صدقہ کی۔ پانچویں ساعت میں چلا تو گویا اس نے ایک انڈہ راہ خدا میں دیا۔ اس کے بعد پھر جب امام خطبہ دینے کے لئے نکل آتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور خطبہ سننے لگ جاتے ہیں" گویا اس کے بعد اجر و ثواب کا کوئی اندراج نہیں ہوتا۔

ہمارے نزدیک حدیث میں لفظ "ساعت" سے مراد گھنٹے ہیں۔ یہودیوں پر "السبت" کے روز ہر قسم کا دنیاوی کاروبار حرام تھا۔ لیکن ہماری شریعت میں خطبہ و نماز جمعہ سے پہلے اور بعد میں کاروبار اور گردش رزق کی جدوجہد جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ کہا گیا :

﴿فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا

مِن فضلِ الله واذکروا الله کثیرا لعلکم تفلحون ○﴾
(الجمعہ : ۱۰)

"پھر جب نماز ہو چکے تو (تم کو اختیار ہے کہ) زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ"۔

گویا اجازت تو ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت ذکر واذکار اور تعلیم و تبلیغ میں صرف کیا جائے۔

مزار شریف سے طالبان کی پسپائی اور ہزیمت کی گزشتہ خطاب جمعہ میں تین ممکنہ وجوہات بیان کی گئی تھیں یعنی اولاً یہ کہ وہ کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں ثانیاً یہ کہ پے در پے فتوحات کی وجہ سے غیر ضروری خود اعتمادی کا پیدا ہو جانا اور ثالثاً یہ کہ طالبان کے ہتھیار واپس لینے کے مطالبے کا ردعمل ہوا ہو۔ وقت گزرنے سے یہ محسوس ہوا ہے کہ مزار شریف سے پسپائی کی بنیاد یہ آخری وجہ یعنی ہتھیار واپس لینے کا مطالبہ بنی ہے۔ طالبان کی یہ حکمت عملی قابل تعریف ہے کہ انہوں نے اب جنرل عبدالمالک سے معاہدہ کر لیا ہے جس کی رو سے ان سے ہتھیار واپس کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ شمالی افغانستان کو Autonomy دے دی جائے۔

ماضی میں طالبان نے جس علاقے کو بھی فتح کیا' وہاں سب سے پہلے مقامی آبادی سے اسلحہ واپس لیا تاکہ امن و امان قائم کیا جا سکے۔ تمام علاقوں میں یہ کام بہ سہولت ہوا کیونکہ لوگ خانہ جنگی سے تنگ آ چکے تھے' اور وہ امن کی قیمت پر اپنے ہتھیار طالبان کے حوالے کرنے پر راضی تھے۔ شمالی افغانستان میں صورتحال مختلف تھی۔ وہاں لوگ ایسا کرنے پر تیار نہ تھے۔ شاید اسی لئے طالبان وہاں اپنے قدم نہ جما سکے۔ میرا تاثر یہ ہے کہ اگرچہ مزار شریف سے پسپائی سے طالبان کو زبردست دھچکا لگا ہے' تاہم طالبان نے جنرل عبدالمالک سے معاہدہ کر کے کامیابی کی جانب ایک قدم اٹھایا ہے۔ اور خوش کن بات تو یہ ہے کہ خود جنرل عبدالمالک نے نفاذ اسلام کے عمل میں طالبان کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا ہے۔

جہاں تک حکومت پاکستان کی افغان پالیسی کا تعلق ہے' ہم اس کی بھرپور تائید کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ پاکستان اور افغانستان پر مشتمل کنفیڈریشن قائم کی جائے۔ کنفیڈریشن کے قیام ہی سے شاہ ولی اللہ' شاہ اسماعیل شہید' سید احمد بریلوی' شیخ الہند مولانا محمود الحسن' علامہ اقبال' مولانا مودودی اور مولانا الیاس کی مساعی ثمر آور ہو سکتی ہیں اور سرزمین افغانستان جسے اقبال نے "ایشیا کا دل" قرار دیا ہے اور ارض پاک ایک مضبوط قوت بن کر عظیم عالمی خلافت کا نقطہ آغاز بن سکتے ہیں۔ پاک افغان نیم وفاق ہی سے سید جمال الدین افغانی کا پان اسلام ازم کا وہ خواب شرمندہ تعبیر ہو گا' جس سے اغیار لرزہ براندام ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر گاندھی نے قائداعظم سے سوال کیا تھا کہ آپ کے پاکستان کا مطلب پان اسلام ازم تو نہیں؟۔

ہمارے ملک کے دفاع کی صورتحال یہ ہے کہ بھارت نے ہماری سرحد پر پرتھوی میزائل نصب کر دیئے ہیں جن سے ہماری سلامتی کو سخت خطرہ لاحق ہے۔ اس کا علاج بھی کنفیڈریشن ہے۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اگرچہ کہ برصغیر میں اسلام کی ابتدا محمد بن قاسم کے ذریعے ہوئی' تاہم بعد میں ہمیشہ اسلام کی حمایت اور مدد سرزمین افغانستان کے ذریعے ہی ہوئی۔ شہاب الدین غوری' احمد شاہ ابدالی اور صوفی بزرگ معین الدین اجمیری کی آمد اس کی نمائندہ مثالیں ہیں۔

اجتماعی طور پر آج ہماری پوری قوم پر شکست خوردگی کی کیفیت طاری ہے' جو قومی خودکشی کی علامت ہے۔ ۱۹۷۱ء سے پہلے قوم میں خود اعتمادی کی فضا موجود تھی۔ ۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں بھارتی عزائم کی تکمیل اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد وہ خود اعتمادی ختم ہو گئی۔ ۷۰ء سے پہلے تو بھارت کے مسلمان بھی پاکستان سے توقعات وابستہ کئے ہوئے تھے لیکن اس کے بعد ان کی امیدیں بھی دم توڑ گئیں۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ پہلے تو ہم پر امید تھے کہ پاکستان مشکل وقت میں ہماری مدد کرے گا لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ وہ اپنی ہی حفاظت کر لے تو کافی ہے۔ مسلمانان پاک و ہند کی اس شکست خوردگی' مایوسی اور قومی خودکشی کا علاج بھی پاک افغان کنفیڈریشن ہے۔ اس کے علاوہ اس نیم وفاق سے اسلام مخالف لوگوں کا یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہو جائے گا کہ جدید دور میں مذہب قوی محرک نہیں رہا اور معلوم ہو جائے گا کہ اسلام آج بھی قوموں کو متحد کرنے والی ایک بہت بڑی قوت ہے۔

ہم اہل پاکستان بالخصوص حکومت وقت کو متنبہ کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر افغانستان میں مضبوط اسلامی حکومت وجود میں آ گئی لیکن دوسری طرف ہم نے وطن عزیز میں اپنے نظریاتی تشخص کو جلد از جلد مستحکم نہ کر لیا اور دستوری سطح پر ہماری منافقانہ روش جاری رہی تو بعید نہیں پاکستان ٹوٹ جائے۔ ہماری "پختون بیلٹ" افغانستان کے ساتھ مل جائے گی کیونکہ اسلام کی قوت تسخیر اسے اپنی طرف کھینچ لے گی۔ اس ضمن میں یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ سابق سوویت یونین میں سوشلزم کی ناکامی کے بعد ولی خان کے پختونستان کا تصور اب تقریباً ختم ہو گیا ہے۔

پاک بھارت تعلقات کی صورت یہ ہے کہ بھارت کے جاسوس طیارے چند روز پہلے پاکستان پر پرواز کر گئے ہیں۔ اس ضمن میں امریکہ کا کردار ناقابل فہم ہوتا جا رہا ہے۔ امریکہ ایک طرف تو ٹریک ٹو پالیسی پر عمل پیرا دکھائی دیتا ہے' دونوں ممالک کے مابین آزادانہ تجارت کی حمایت کرتا ہے اور دوسری طرف پاک سرحد پر پرتھوی میزائلوں کی تنصیب کی خبریں بھی انہی کے اخبار ہمیں فراہم کر رہے ہیں اور اس حوالے سے سنسنی پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ امریکہ چاہتا کیا ہے؟ اس کے دو ممکنہ جوابات ہیں :

☆ ایک یہ کہ امریکہ خود پاک بھارت معاملے میں ابھی گومگو کی کیفیت میں ہے۔

☆ دوسرے یہ کہ امریکہ کسی ایک شے کا نام نہیں۔ امریکہ میں خفیہ ادارے جیسے سی آئی اے وغیرہ خود مختار ہیں۔ ان کی اپنی پالیسیاں ہوتی ہیں اور حکومت کی پالیسیاں ان سے مختلف ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ سی آئی اے ایک پالیسی پر عمل پیرا ہو اور امریکی حکومت دوسری پر!

پاکستان اور بھارت کے بارے میں امریکی پالیسی کچھ بھی ہو' اس سے قطع نظر خود وزیراعظم پاکستان نے کہا ہے کہ عوام نے ہمیں بھارت سے دوستی کا مینڈیٹ دیا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ہم حکومت پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ بھارت سے دوستی صرف اسی صورت میں کی جانی چاہئے کہ جب کہ ہم لازمی شرط کے طور پر پہلے اپنے اسلامی تشخص کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر لیں اور اپنے دستور کو اسلامی بنا لیں۔ ایسا کرنے کے بعد اس میں کوئی حرج نہیں کہ

☆ کھلی تجارت کو فروغ دیا جائے۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

"دستور پاکستان میں سے خلاف اسلام دفعات حذف کر کے اپنے نظریاتی تشخص کو محفوظ کر لینے کے بعد بھارت سے تجارتی تعلقات استوار کر لینے میں کوئی حرج نہیں"۔

موجودہ صدی میں افغانیوں نے دو سپرپاورز کو شکست دی

سرحد کے شکست خوردہ سیاسی عناصر نے افغانیوں کو آغاز ہی میں پاکستان کے خلاف بھڑکا دیا تھا

امیر تنظیم اسلامی کی پیش کردہ پاک افغان کنفیڈریشن کی تجویز نہایت صائب بھی ہے اور بر محل بھی!

جب افغان مجاہدین نے اپنے پرانے اسلحہ سے روسیوں کو زچ کرنا شروع کیا تو امریکہ ششدر رہ گیا

مسئلہ افغانستان پر مرزا ایوب بیگ کی تحریر

افغان ایک مضطرب قوم ہے۔ اسلحہ اس کے جوان کا زیور ہے۔ حمیت ملی اور عزت نفس کے معاملے میں بڑا حساس ہے۔ اپنی آزادی اور خود مختاری کے تحفظ کے لئے ہمیشہ چوکس رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی براہ راست محکوم نہیں رہا۔ موجودہ بیسویں صدی میں افغانیوں نے دو سپرپاورز کو شکست دی۔ ایک برطانیہ اور دوسری سوویت یونین۔

یہاں افغانستان کی مکمل تاریخ کا احاطہ کرنا مقصود ہے اور نہ ممکن' بلکہ ماضی قریب میں سوویت یونین کے خلاف افغانیوں کی تاریخی جدوجہد کا تائیدی اور تنقیدی جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔ علاوہ ازیں مثبت بنیادوں پر پاک افغان تعلقات کے استحکام کی اہمیت و افادیت واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

۱۹۴۷ء میں جب سب سے بڑی اسلامی سلطنت پاکستان کے نام سے دنیا کے نقشہ پر ابھری اور اس نے اقوام متحدہ کا رکن بننے کے لئے درخواست دی تو اس کو رکن بنانے کی مخالفت صرف افغانستان کی جانب سے ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ تقسیم ہند کے وقت صوبہ سرحد میں سرخپوش' کانگریس کے طفیل برسراقتدار تھے اور صوبے میں مسلمانوں کی عظیم اکثریت ہونے کے باوجود پاکستان سے الحاق کرنے کو تیار نہ تھے۔ لیکن جب صوبے کے مسلمانوں کے جوش و خروش کو دیکھتے ہوئے انگریز اور کانگریس نے ریفرنڈم کی آڑ لینے کی کوشش کی تو مسلمانوں نے اس چیلنج کو بھی قبول کر لیا اور پاکستان کے ساتھ الحاق کے حق میں تقریباً یک طرفہ فیصلہ دے دیا۔ سرحد کے شکست خوردہ عناصر نے لسانی اور نسلی تعصبات کی ہوا دے کر افغانیوں کو آغاز ہی میں پاکستان کے خلاف بھڑکا دیا۔ بعد ازاں بھارت نے چانکیہ حکمت عملی کے تحت (یعنی ہمسایہ سے دشمنی اور ہمسائے کے ہمسائے سے دوستی) افغانستان سے خصوصی تعلقات قائم کئے اور کچھ پاکستان کی امریکہ کے ساتھ اندھی بہری دوستی کی وجہ سے بھی اچھے پاک افغان تعلقات کبھی قائم نہ ہو سکے۔ سوویت یونین جس کے اسلحہ خانے کی ہیبت سے ترقی یافتہ یورپ بھی کانپ رہا تھا اپنی بغل میں ایک نافرمان حکومت برداشت کرنے کو قطعاً تیار نہ تھا۔ شاہ ظاہر شاہ کی معزولی کے بعد صدر داؤد' حفیظ اللہ امین' نور محمد ترکئی اور ببرک کارمل یہ سب کے سب روس نواز تھے اور روس کی پشت پناہی اور اشیرباد سے ہی تخت کابل پر براجمان ہوئے تھے۔ لیکن روس کسی کی کارکردگی سے مطمئن نہ ہوا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی بنیاد پرست افغانیوں کی گوریلا کارروائیوں کو ختم کر کے مستحکم ماسکو نواز کمیونسٹ حکومت قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ بالآخر دسمبر ۱۹۷۹ء کی ایک یخ بستہ رات کی تاریکی میں روسی افواج افغانستان میں داخل ہو گئیں اور ڈاکٹر نجیب کی کٹھ پتلی حکومت قائم کر دی گئی۔ اس وقت پاکستان کے سیاہ و سفید کے مالک چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق تھے۔ جن سے امریکہ بھٹو کو پھانسی دینے کا کام لے چکا تھا اور وہ امریکہ کی نظر میں غیر ضروری ہوا ہی چاہتے تھے کہ روسیوں کی افغانستان میں مذکورہ عسکری مداخلت نے پاکستان اور جنرل ضیاء الحق کو امریکہ کی آنکھ کا تارا بنا دیا۔ اس سے قبل پاکستان کا ایٹمی پروگرام امریکہ کی نگاہوں میں کھٹکتا تھا اور اسی وجہ سے امریکہ بھٹو کی جان کا دشمن ہوا تھا' لیکن اب بدلی ہوئی صورتحال میں پاکستان کی ایٹمی پیش رفت سے چشم پوشی کرنا امریکہ کی ضرورت اور مجبوری بن گیا۔ صدر جمی کارٹر جو امریکی صدر سے زیادہ مونگ پھلی کے بیوپاری کے طور پر مشہور تھے' نے فوری طور پر پاکستان کو چار کروڑ ڈالر کی اقتصادی امداد کی پیشکش کی جو صدر ضیاء الحق نے یہ کہہ کر رد کر دی کہ ہمیں مونگ پھلی کی ضرورت نہیں ہے۔ امریکہ سوویت یونین کو افغانستان سے نکال باہر پھینکنا ناممکن سمجھتا تھا لہٰذا اس کی حکمت عملی یہ تھی کہ افغانستان کے آگے سوویت یونین کے لئے دیوار کھڑی کر دی جائے تاکہ وہ مزید پیش قدمی نہ کر سکے۔ لیکن جب افغان مجاہدوں نے اپنی پرانی بندوقوں اور روسی فوجیوں سے چھینے ہوئے اسلحہ سے روسیوں کو زچ کرنا شروع کیا تو امریکہ ششدر رہ گیا اور افغانیوں کے لئے اپنے خزانوں اور اسلحہ خانوں کے منہ کھول دیئے۔ اس بہتی گنگا میں پاکستان کی مقتدر قوتوں کے متعلقہ افراد نے بھی خوب ہاتھ دھوئے۔ امریکہ نے افغانستان کی جنگ میں یہ حکمت عملی اختیار کی کہ روس کو ایک طویل مدت کے لئے افغانستان کی دلدل میں پھنسا دیا جائے جو اس کی معاشی تباہی کا باعث بنے' اور روس جو یہ سمجھتا تھا کہ افغانستان کے میدان میں آسانی سے واک اوور مل جائے گا وہاں بری طرح پھنس گیا۔ جنگ کو طویل کرنے کے لئے امریکہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب افغان مجاہدین بری طرح پٹ رہے ہوتے تھے تو ان کی بھرپور مدد کرتا لیکن جب مجاہدین کسی جگہ پر اپنی پوزیشن کو بہتر بنا لیتے تو ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیتا۔

روسی افواج کے ۹ سال اسی امید میں کٹ گئے کہ وہ آج کل میں مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں کا خاتمہ کر کے اپنی کٹھ پتلی حکومت کو مستحکم کر لیں گے۔ آئی ایس آئی افغان مجاہدین کے لئے سٹنگر میزائل کا امریکہ سے کئی بار مطالبہ کر چکی تھی لیکن امریکی انتظامیہ ٹال مٹول سے کام لے رہی تھی۔ جب امریکہ نے یہ محسوس کیا کہ روس اس تھکا دینے والی جنگ سے ادھ موا ہو گیا ہے تو افغانیوں کو سٹنگر میزائل مہیا کر دیئے۔ ان میزائلوں نے روس کی شکست میں فیصلہ کن رول ادا کیا۔ افغان قوم نے اس جنگ میں جس بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا اور جس طرح بے دریغ جانوں کی قربانی دی وہ بے مثل تھی۔ لاکھوں

لوگ بے گھر ہو کر پاکستان میں پناہ گزین ہو گئے لیکن پناہ گزینی کی حالت میں بھی انہوں نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ لیکن اس تمام جدوجہد کا المیہ یہ تھا کہ افغان یہ جنگ ایک قائد کے زیر کمان اور زیر قیادت نہ لڑے۔ حکمت یار' ربانی' احمد شاہ مسعود وغیرہ مشترکہ دشمن کے خلاف اپنی اپنی جگہ لڑتے رہے جس کا انہیں جنگ کے دوران بھی نقصان ہوا' لیکن جب روسی افواج افغانستان سے نکل گئیں تو ان دھڑوں کے درمیان باہمی خانہ جنگی کا آغاز ہو گیا جس سے مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمان خون سے نہا گیا اور مجاہدین کی ہوا اکھڑ گئی اور عالم اسلام کو نفسیاتی سطح پر شدید دھچکا لگا۔ ایسے میں طالبان ایک قوت کی حیثیت سے ابھرے (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے روس کے خلاف جنگ مختلف کمانڈروں کی زیر قیادت لڑی تھی) دیکھتے ہی دیکھتے یہ طفلان مکتب دوسرے گروہوں کی فوجی قوت کو کچلتے ہوئے دارالحکومت کابل پر قبضہ کرنے کے علاوہ تین چوتھائی افغانستان پر قابض ہو گئے۔ شنید یہ ہے کہ طالبان کی پشت پناہی بھی امریکہ نے پاکستان کے ذریعے کی۔ اس لئے کہ ایران میں قائم شیعہ مذہبی حکومت کا توڑ یہ سوچا گیا کہ افغانستان میں کٹر سنی حکومت قائم کر دی جائے تاکہ مذہبی منافرت دونوں ملکوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کے راستے میں رکاوٹ بنی رہے۔ پاکستان میں بھی شیعہ سنی فسادات کے ذریعے ایران اور پاکستان میں تلخی کی فضا پیدا کر دی گئی تاکہ ایران کو تنہا کر کے اس سے نمٹ لیا جائے۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے شیعہ سنی محاذ آرائی کی پشت پر اصل سازش کو ۲ سال پہلے بے نقاب کر دیا تھا اور شیعہ سنی مفاہمت کے لئے ایک قابل عمل اور مبنی بر انصاف فارمولا پیش کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت پاکستان سے افغانستان میں طالبان کی حکومت کو تسلیم کرنے کا پرزور مطالبہ کیا۔ علاوہ ازیں پاکستان ایران افغانستان اتحاد کی تجویز پیش کی۔ مزید یہ کہ یہ اتحاد چین سے اپنے تعلقات کو مستحکم کرے تاکہ نیو ورلڈ آرڈر کی آڑ میں یہودی عزائم کا بھرپور مقابلہ کیا جا سکے۔ حال ہی میں مزید ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے پاک افغان کنفیڈریشن قائم کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ جو بعض کے نزدیک قبل از وقت اور بعض کے نزدیک انہونی ہے۔ قبل از وقت اس لئے کہ طالبان ابھی پورے افغانستان میں اپنی حکومت قائم نہیں کر سکے اور شمالی افغانستان ان کی دسترس سے ابھی باہر ہے اور انہونی اس لئے کہ آج کے دور میں جبکہ مختلف بنیادوں پر جداگانہ تشخص رکھنے کی خواہش عام بھی ہو گئی ہے اور شدت بھی اختیار کر گئی ہے جس کے نتیجہ میں تقسیم کا عمل تیز تر ہو گیا ہے' ان حالات میں جوڑنے کی خواہش کرنا الٹی گنگا بہانے والی بات ہے۔ ہماری رائے میں پاک افغان کنفیڈریشن کی تجویز قطعاً قبل از وقت نہیں ہے۔ شمالی افغانستان پر طالبان کا قبضہ افغانستان کا اندرونی معاملہ ہے' وہ جلد یا بدیر ہو کر رہے گا' ان شاء اللہ۔ پاک افغان کنفیڈریشن عالم اسلام کے اتحاد کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے اور پاکستان کے دفاع کو بھارت کے لئے ناقابل تسخیر بنا سکتی ہے' یعنی یہود و ہنود دونوں کی سازشوں کو پاک افغان کنفیڈریشن سے ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ جہاں تک ہونی انہونی کا تعلق ہے تو یاد رہے کہ کوئی قوم اس وقت تک مغلوبیت سے نکل نہیں سکتی یا کوئی بڑی پیش رفت نہیں کر سکتی جب تک وہ انہونی کو ہونی میں تبدیل کرنے کی صلاحیت پیدا نہ کر لے۔ کیا پاکستان کا قیام انہونی نہیں تھا اور کیا سوویت یونین کا افغانستان جیسے پسماندہ ملک سے دم دبا کر بھاگ جانا انہونی نہیں تھا۔ پاک افغان فیڈریشن کی تجویز کو مجذوب کی بڑ سمجھ کر یا وقتی مصلحتوں کی بنا پر درخور اعتنا نہ سمجھا گیا تو مستقبل قریب میں امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور ہمیں صحیح اور بروقت فیصلے کرنے کی توفیق بخشے' آمین۔

★ ★ ★

معروف کالم نگار اور انقلابی نثر نگار حسن نثار سے ناظم محمد اشرف وصی کی ملاقات

ندائے خلافت (نمائندہ خصوصی) روزنامہ "خبریں" کے معروف کالم نگار حسن نثار سے ناظم حلقہ پنجاب شرقی زیریں محمد اشرف وصی اور مرزا ندیم بیگ نائب ناظم حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن نے انکی رہائش گاہ واقع ماڈل ٹاؤن لاہور میں ملاقات کی۔ ملاقات میں حسن نثار صاحب کو تنظیم اسلامی کی نظام خلافت کے لئے کی جانے والی کوششوں کے بارے میں آگاہ کیا گیا۔ علاوہ ازیں انہیں ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی کتاب خطبات خلافت پیش کی گئی جس میں امیر تنظیم اسلامی نے خلافت کی اہمیت اور عہد حاضر میں خلافت کا سیاسی' معاشرتی اور معاشی ڈھانچہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے زمینداری اور جاگیرداری کے بارے میں موقف کو بھی سراہا اور امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ملاقات کی خواہش کا بھی اظہار کیا۔ انہوں نے تنظیم اسلامی پاکستان کی تکمیل دستور خلافت مہم کے ضمن میں پوسٹ کارڈ پر کر کے ناظم حلقہ کو دیا اور یقین دلایا کہ وہ اپنے کالم کے ذریعے بھی اس نیک کام میں لازماً حصہ لیں گے۔ ناظم حلقہ نے انہیں امیر محترم کی کتابوں کا سیٹ بھی پیش کیا۔

مشکل کی اس گھڑی میں افغانستان کی طالبان حکومت کی بھرپور مدد کرنا ایران اور پاکستان کا اخلاقی فریضہ ہے

نائب امیر تنظیم اسلامی برائے سیاسی امور جنرل (ر) محمد حسین انصاری کا بیان جو 3 جون کو اخبارات کو ارسال کیا گیا

کابل میں طالبان حکومت کی طرف سے ایرانی سفارت خانہ بند کر دیے جانے کی خبر پوری امت مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ طالبان حکومت نے ایرانی سفارتکاروں پر افغانستان کے امور میں گھناؤنی سازشوں کے ارتکاب کا الزام لگاتے ہوئے انہیں 48 گھنٹوں کے اندر ملک چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔ اور ادھر ایران کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی افغان گروپ کو فوجی امداد نہیں دے رہا۔ معاملہ یہاں تک ہی نہیں۔ مغربی ممالک' روس اور بھارت بھی افغانستان کے معاملات میں پاکستانی مداخلت کی کہانیاں گھڑتے ہوئے صورت حال کو تشویشناک حد تک مزید بگاڑ دینے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ایسے میں غیر متعلقہ ممالک کی ریشہ دوانیوں کا تدارک کرتے رہنے کی بجائے افغانستان' ایران اور پاکستان کا فریضہ ہے کہ فی الفور مل بیٹھ کر اس خطے میں مضبوط اسلامی بلاک کے قیام کے روشن امکانات کے پیش نظر اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اخوت' شفقت اور ایثار کا عملی مظاہرہ کریں اور نہ صرف اپنے گروہی اختلافات کو یکسر ختم کر دیں بلکہ افغانستان کے عوام کی بحالی اور طویل مدت جنگ کے نتیجے میں ملک کی تباہی کے اثرات زائل کرنے کے لئے ہر ممکن امداد بہم پہنچائیں۔ اس طرح نہ صرف اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو سکیں گے بلکہ بین الاقوامی سطح پر اسلامی بھائی چارے کی عمدہ مثال پیش کر پائیں گے۔ اس معاملے میں پاکستان کلیدی کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں ہے۔ اپنے ہم خیال گروہ کی پیٹھ ٹھونکتے رہنے کی بجائے تمام متعلقہ گروہوں کے مابین انصاف پر مبنی صلح و آشتی کی فضا قائم کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی جائے۔ یہی وقت کی پکار ہے۔ اسی میں ہماری اپنی بہتری کا راز اور یہی امت مسلمہ کی کھوئی عظمت کی بحالی کی ضمانت ہو گی۔

جہاد کشمیر کو غلبہ دین کی جدوجہد سمجھ کر اس میں حصہ لینے والے مخلص مجاہدین بلاشبہ "مجاہد فی سبیل اللہ" ہیں !

غلبہ دین کا بلند تر نصب العین حاصل کرنے کے لئے شیعہ سنی مفاہمت ناگزیر ہے

والدین کی اجازت کے بغیر اولاد کا شادی کر لینا ایک "حادثہ" سے کم نہیں !

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے روزنامہ "جنگ" کا سپیشل انٹرویو جو ۶ جون ۹۶ء کو شائع ہوا

☆ ابھی حال ہی میں انتخابات ہوئے ہیں اور مسلم لیگ کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ آپ انتخابات سے پہلے کی حکومت یعنی بے نظیر حکومت اور نواز شریف حکومت میں کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟ حالات میں کیا تبدیلیاں آئی ہیں؟

○ انتخابات کے بعد پاکستان میں تبدیلیاں اظہر من الشمس ہیں۔ سب سے پہلی تبدیلی یہ ہے کہ ایک مستحکم حکومت وجود میں آئی ہے جسے بہت بڑا گھمبیر مینڈیٹ ملا ہے۔ دوسری تبدیلی یہ کہ جس جماعت کو یہ مینڈیٹ ملا ہے اس کا نام مسلم لیگ ہے جو کم از کم پاکستان کی بانی جماعت کا تسلسل ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس حکومت سے پہلے وڈیروں' جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں کا تسلط تھا اور اب صنعت کاروں اور تاجروں کو اپر ہینڈ حاصل ہوا ہے۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں پہلے رورل یعنی دیہاتی علاقے سے تعلق رکھنے والے لوگ حکومت پر قابض تھے' اب اربن یعنی شہری علاقے کے لوگوں کا عمل دخل زیادہ فیصلہ کن ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ سابق حکومت بعض اوقات شعائر اسلام اور شرعی قوانین کے تمسخر کی جسارت کر لیتی تھی اب دین کی طرف خواہ تاحال کوئی عملی پیش رفت نہیں ہوئی لیکن شعائر دینی اور شریعت کا زبان و کلام کی حد تک اقرار ہے۔ پانچویں بات یہ ہے کہ اس حکومت نے سابقہ حکومت کی شاہ خرچیوں کو ختم کرنے اور غیر ترقیاتی مصارف کم کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔

☆ اس پر ایک ضمنی سا سوال ہے کہ ابھی تک گو کہ زبان و کلام کی حد تک کہا گیا ہے اور عمل نہیں ہوا' ہمارے ہاں زبان سے کہہ دینا اور کچھ نہ کرنا اس کو کیا کہیں گے؟ کیا یہ منافقت نہیں؟

○ آپ کا قول بھی درست ہے' قول و عمل کا فرق ایک حد سے زیادہ گزر جائے تو وہ منافقت کی حد میں داخل ہو جاتا ہے' البتہ موجودہ حکومت کو ابھی قائم ہوئے چونکہ جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں لہٰذا اس کے حق میں ابھی اتنا بڑا فتویٰ صادر کر دینا میرے نزدیک درست نہیں ہے۔ ویسے میرے نزدیک پوری پاکستانی قوم بحیثیت مجموعی تین قسم کی منافقت میں مبتلا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے مراد افراد نہیں ہیں بلکہ قوم بحیثیت مجموعی ہے۔ پہلی منافقت ہے نفاق باہمی' یعنی آزادی سے قبل تمام مسلمانان ہند ایک قوم تھے اور اب قومیتوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ صوبائی' قبائلی' لسانی' گروہی اور سب سے بڑھ کر مذہبی عصبیت و تعصب ہی نہیں تصادم جنم لے چکا ہے۔ دوسرا نفاق وہ ہے جسے نہایت مستند احادیث میں جھوٹ' وعدہ خلافی اور خیانت قرار دیا گیا یعنی نفاق کردار و عمل۔ اور تیسرا اور اہم ترین نفاق دستور پاکستان کی منافقت ہے کہ اس میں جہاں بھی کوئی اسلامی دفعہ داخل کی گئی ہے وہاں ساتھ ہی اس کا توڑ کرنے اور اسے غیر موثر کرنے کی دفعات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔

☆ جہاد کشمیر میں جس طریقے سے لڑائی لڑی جا رہی ہے ایسے لگ رہا ہے کہ یہ مشرقی پنجاب کی طرح کمزور پڑ رہی ہے۔ آپ اس پر کیا تبصرہ کریں گے؟ کیا یہ طریقہ کار درست ہے' لوگوں کا یہاں سے وہاں بھیجنا درست ہے؟

○ اس مسئلے کے کئی پہلو ہیں۔ پہلا جہاد اور اس کی مختلف اقسام کی شناخت کا مسئلہ ہے۔ جہاد کسی بھی میدان میں مخالفت کے علی الرغم جدوجہد کا نام ہے اور اس کے تین اہم درجے ہیں۔ نمبر ایک جہاد زندگانی یعنی جہد بقاء۔ یہ ہر جاندار وجود لامحالہ کرتا ہے البتہ جب مسلمان اس جہاد زندگانی میں شریعت کی پابندی کرتا ہے تو یہ عبادت کے درجے میں داخل ہو جاتا ہے۔ نمبر ۲ جہاد حریت یعنی آزادی اور اپنے حقوق کی بازیافت کے لئے جدوجہد' یہ بھی مسلم و غیر مسلم سبھی کرتے ہیں لیکن یہاں بھی وہی بات ہے کہ مسلمان جب یہ کام کرتے ہوئے شریعت کی پابندی کرتا ہے تو اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور اگر جان دے دے تو شہید کہلاتا ہے تاہم یہ جہاد جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ نمبر ۳ کسی نظریئے کے لئے جہاد' جیسے کیمونزم کے لئے اسے پھیلانے اور برپا کرنے کی جدوجہد بھی جہاد ہے' اسے ہم جہاد فی سبیل الاشتراکیت قرار دیں گے۔ قوم پرستانہ جذبے کے تحت قومی عظمت کے لئے جہاد' جسے ہم جہاد فی سبیل الوطن قرار دیں گے۔ اس میدان میں جہاد فی سبیل اللہ نام ہے اللہ کے دین کی دعوت و تبلیغ اور اس سے آگے بڑھ کر اس کے غلبہ و اقامت کی جدوجہد کرنے کا۔

☆ سب سے افضل درجہ کس کا ہے؟

○ سب سے افضل ظاہر ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا ہے۔ جہاں تک جہاد کشمیر کا تعلق ہے وہ اصلاً اور مجموعی طور پر جہاد حریت ہے۔ البتہ اس میں شریک جو لوگ قلب کی گہرائیوں سے اسے دین کے غلبے کی پہلی منزل سمجھتے ہیں وہ اپنی نیت کے اعتبار سے مجاہد فی سبیل اللہ قرار پائیں گے۔

☆ جہاں تک اس بات کو ہم سمجھے ہیں وہ یہ ہے کہ جہاد کشمیر کمتر درجے کا جہاد ہے اگر ہم غلط سمجھے ہیں تو تصحیح فرمادیں؟

○ ظاہر ہے کہ یہ کمتر درجے کا جہاد ہے' جہاد فی سبیل اللہ سب سے اونچا درجہ ہے' جہاد کشمیر بحیثیت مجموعی کمتر درجے کا جہاد ہے لیکن افراد کا معاملہ مختلف ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک موجودہ جہاد کشمیر غلط حکمت عملی پر مبنی ہے۔ اسے مسلح اور چھاپہ مار جنگ کی بجائے سیاسی اور عوامی تحریک کی صورت میں اٹھنا چاہئے تھا کہ لاکھوں لوگ جلوس نکالتے' ان پر اگر گولیاں چلتیں اور سو پچاس مسلمان سڑکوں پر شہید ہو جاتے تو کسی بھارتی فوجی کو گھروں میں داخل ہونے کی ضرورت پیش نہ آتی اور عالمی ضمیر بھی کہیں زیادہ متاثر ہوتا تاہم میں اسے حکمت عملی کے اختلاف سے تعبیر کرتا ہوں۔

☆ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا تھا' ۱۹۴۸ء میں جہاد کشمیر کی تحریک شروع ہوئی تھی تو اس زمانے میں اخبارات میں چھپا کہ مولانا مودودی نے جہاد کشمیر کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی بعد میں جماعت اسلامی تردید کرتی رہی' آپ بھی

> "سابقہ حکومت بعض اوقات شعائر اسلام اور شرعی قوانین کے تمسخر کی جسارت کرلیتی تھی مگر موجودہ حکومت میں شعائر دینی اور شریعت کا زبان و کلام کی حد تک اقرار موجود ہے"

اس وقت جماعت اسلامی سے وابستہ تھے' اس معاملے کی حقیقت کیا تھی اور مولانا مودودی کا اصل فتویٰ کیا تھا؟

○ اصل میں مولانا مودودی نے جہاد کشمیر کے حرام ہونے کا قطعاً کوئی فتویٰ نہیں دیا تھا لیکن اس رائے کا اظہار ضرور کیا تھا کہ کشمیر جو پاکستان کی شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے' کے حصول کے لئے پاکستان کو براہ راست اور علانیہ جنگ کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ ملکی سطح پر سفارتی تعلقات کے ساتھ ساتھ دیگر معمول کے تعلقات کو برقرار رکھتے ہوئے پاکستانی شہریوں کا وہاں جاکر جہاد حریت میں حصہ لینا ان کے نزدیک دینی اعتبار سے درست نہیں تھا۔

☆ یعنی جس ملک سے سفارتی تعلقات ہوں اس ملک سے علانیہ جنگ کی جاسکتی ہے' چھاپہ مار جنگ نہیں کی جاسکتی؟

○ جی ہاں' جس ملک سے سفارتی تعلقات ہوں اس ملک سے علانیہ جنگ کی جاسکتی ہے' چھاپہ مار جنگ نہیں کرنی چاہئے تاہم انہوں نے اس کے لئے لفظ "حرام" استعمال نہیں کیا تھا۔ ان کے بعض مخالفین نے یہ معنی پہنا کر عام کئے۔ ان کو پھر انڈین ریڈیو نے ایکسپلائٹ کیا۔ میرے پاس اب بھی اس وقت کا جو "تسنیم" ہے اس کا ایک صفحہ محفوظ ہے۔

☆ آپ جو بات فرما رہے ہیں یہی ہے نا جو اس وقت بھی ہماری حکومت کا موقف ہے' ہم اخلاقی اور سیاسی سطح پر ان کی مدد کر رہے ہیں لیکن اندر خانے سب کچھ ہو رہا ہے۔

○ ہم وضاحت بھی کر دیں اور آپ بھی تاکہ بعد میں کنفیوژن نہ ہو۔ ہماری جو مذہبی جماعتیں ہیں مثلاً جمعیت علمائے اسلام' جماعت اسلامی اور دعوت والارشاد' یہ ساری باقاعدہ تسلیم کرتی ہیں کہ ہمارے بندے وہاں لڑ رہے ہیں اور ہم یہاں سے تربیت کرکے بندے وہاں بھیجتے ہیں اور وہ یہ بات اخبارات میں بھی چھپوانے سے گریز نہیں کرتے اور آپ اس موقف کو غلط قرار دے رہے ہیں۔

☆ آپ نے ایم بی بی ایس کیا تھا' کیا آپ میڈیکل کی پریکٹس بھی کرتے ہیں؟

○ میں نے ١٦ برس ایم بی بی ایس کی پریکٹس کی ہے۔ میں نے ١٩٥٤ء میں ایم بی بی ایس کیا تھا اور ١٩٧٠ء تک پریکٹس کی۔ فروری ١٩٧١ء میں حج کے موقع پر حرم میں بیٹھ کر میں نے فیصلہ کیا کہ اب پریکٹس متروک اور کل وقت دعوت و اشاعت دین اور غلبہ و اقامت دین کے لئے وقف ہوگا۔

☆ جو مدارس اور مذہبی جماعتیں بیرونی امداد لیتی ہیں آپ اس کو جائز تصور کرتے ہیں؟

○ میرے نزدیک اس میں حرمت کا کوئی پہلو نہیں ہے لیکن یہ مناسب نہیں ہے۔ اس میں مضرت کا پہلو ہے یوں سمجھئے کہ جیسے شراب اور جوئے کے بارے میں ابتدائی حکم آیا تھا کہ اس میں گناہ کا پہلو بھی ہے اور فائدے بھی ہیں اور گناہ کا پہلو فائدے سے زیادہ ہے لیکن حرام مطلق کا فیصلہ نہیں ہوا تھا اسی طرح میرے نزدیک یہ حرام نہیں ہے تاہم اس میں مضرت کا پہلو غالب ہے۔

☆ پچھلے دنوں صائمہ وحید کیس ہوا' اس کی بڑی تشہیر ہوئی تو آپ کیا سمجھتے کہ اس کے کیا اثرات ہوئے؟ کیا روہڑی خاندان کا رویہ درست تھا؟

○ میرے خیال میں روہڑی خاندان نے جو حکمت عملی اختیار کی وہ غلط تھی' اولاً تو جو حادثہ رونما ہوا اس میں ان کے اس غلط رویئے کو بنیادی دخل حاصل ہے کہ انہوں نے جوان لڑکی کے لئے جوان مرد ٹیوٹر کی خدمات فراہم کیں۔ ثانیاً جب حادثہ رونما ہو ہی گیا......

☆ آپ اسے حادثہ کیوں کہہ رہے ہیں؟

○ حادثہ ہی ہے کہ والدین کی مرضی کے بغیر صائمہ نے شادی کرلی' یہ تو حادثہ ہے' اب اس پر میرے نزدیک انہیں صبر کرنا چاہئے تھا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ موسیقی دنیا میں ہر دل کے تار کو چھیڑ دیتی ہے' آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

○ یہ بات درست ہے۔ موسیقی ہر دل کے تار کو بلکہ دل کے ہر تار کو چھیڑ دیتی ہے۔ اسی اعتبار سے شریعت میں اسے حرام کیا گیا ہے کہ دل میں سفلی جذبات بھی ہیں اور اکثر و بیشتر انسان اس قانون کے مطابق کہ اکثریت کا حکم کل کا حکم ہے' موسیقی سے اپنے سفلی جذبات کو بھڑکانے کا کام لیتے ہیں۔

☆ قائداعظم کے مزار پر جانا جائز ہے' کہا جاتا ہے کہ بعض مذہبی رہنما نہیں جاتے؟

○ کسی بھی مسلمان کے مزار پر جانا جائز ہے اور اس کے لئے مسنون طریقے سے صاحب قبر کو سلام کرنا اور اپنے اور اس کے حق میں اللہ سے استغفار کرنا چاہئے۔

☆ صاحب قبر سے مانگنا یا اس کے وسیلے سے مانگنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

○ جہاں تک صاحب قبر سے مانگنے اور دعا کرنے کا تعلق ہے وہ تو سب کے نزدیک متفق علیہ شرک ہے' البتہ کسی کے وسیلے سے اللہ سے دعا کرنا اس کے ضمن میں اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ یہ وسیلہ صرف زندہ لوگوں کا اختیار کیا جاسکتا ہے' فوت شدگان کا نہیں تاہم میں دوسری رائے کو بھی شرک سے ہرگز تعبیر نہیں کرتا۔

☆ سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد کے نوجوان عین ثواب سمجھ کر ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے' یہ ثواب کا کام کر رہے ہیں' [illegible] رہے ہیں' کیا کر رہے ہیں؟

○ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات کوئی ثابت شدہ حقیقت نہیں کہ ہر کام سپاہ صحابہ یا سپاہ محمد کے وابستگان ہی کا ہے۔ میرے نزدیک اس میں اولاً بیرونی تخریب کار یعنی "را" اور "موساد" کے ایجنٹ ملوث ہیں جو شیعہ سنی کشیدگی کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں۔ دوسرے درجے میں بعض انتہا پسند لوگ ہیں جو کہ سپاہ صحابہ سے بھی علیحدہ ہو کر لشکر جھنگوی کے نام سے برسر عمل ہیں' اسی طرح سپاہ محمد میں سے بھی ہیں۔ میرے نزدیک جو کچھ وہ کر رہے ہیں چاہے اس میں ان کا کتنا ہی خلوص اور مذہبی جذبہ شامل ہو لیکن اصلاً یہ کام غلط ہے۔

☆ آپ نے یہ کہا کہ بیرونی ہاتھ یا "را" اور "موساد" کا اس میں ہاتھ ہے یہ بجا ہے کہ ان کا ہاتھ ہے لیکن ان کو روکنا کس کا کام ہے؟

○ میرے نزدیک یہ کام کسی بھی حکومت وقت کے بس میں نہیں ہے۔ اگر امریکہ اپنے صدر کو قتل ہونے سے نہ بچاسکے اور انور سادات عین ملٹری پریڈ کے موقع پر قتل کر دیئے گئے تو کون سی حکومت ہوگی جو تخریب کاری کا صد فی صد سدباب کرسکے۔

☆ ابھی آپ نے بتایا کہ سپاہ صحابہ لشکر جھنگوی کے نام سے ایک گروپ بن گیا ہے' اسی طرح کا ایک گروپ سپاہ محمد میں بھی بن گیا ہے۔ آپ کے خیال میں کس طریقے سے فرقہ پرستی کو کم کیا جاسکتا ہے؟

○ فرقہ واریت کی شدت وحدت میں عمومی کمی اور اس کے ازالے کے لئے کچھ مثبت چیزیں درکار ہیں اور کچھ منفی اقدامات۔ مثبت یہ کہ پوری قوم کو حبل اللہ یعنی

قرآن مجید کے گرد قریب سے قریب تر لانے کی کوشش اور ایک بلند تر نصب العین یعنی پاکستان میں نظام اسلام کے قیام کے لئے کسی متفقہ دستوری فارمولے کی بنیاد پر اتحاد' جس کی مثال ایران کے دستور میں موجود ہے۔ منفی سطح پر مختلف فرقوں یا گروہوں کی محترم شخصیات کی عزت و حرمت پر حملے کو قابل دست اندازی پولیس جرم قرار دیا جائے اور اس کی سخت ترین سزائیں دی جائیں۔ ثانیاً مختلف فرقے باہم اس پر متفق ہو جائیں کہ پبلک پلیٹ فارم سے صرف متفق علیہ باتیں کی جائیں گی' اپنے اپنے اختلافی نقطہ نظر یا مسائل کو صرف اپنی درسگاہوں یا اپنی اپنی عبادت گاہوں میں بیان کیا جائے۔

☆ ٹائی لگانا جائز ہے یا ناجائز؟

○ میرے نزدیک یہ حرام مطلق تو نہیں لیکن مکروہ یقیناً ہے اور غلامانہ ذہنیت کی علامت بھی۔

☆ بے نظیر بھٹو کی حکومت پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ کرپشن بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اب میاں صاحب بھی آ گئے ہیں۔ بے نظیر پر کوئی چیز ثابت نہیں ہو سکی۔ میاں صاحب کی الیکشن سے پہلے یہی تقریریں ہوتی تھیں کہ بے نظیر بہت کرپٹ ہے اور ثبوت دیا کرتے تھے کہ اس نے سرے محل بنا لیا' یہاں سے سامان چلا گیا۔ اس کو کیا کہیں گے کہ اگر ثبوت تھے تو کیوں نہیں سامنے لائے گئے؟

○ یہ تو میرے اپنے ذہن میں بھی ایک سوالیہ نشان کی حیثیت سے موجود ہے۔ میں اس کی ایک توجیہ تو یہ کرتا ہوں کہ اس میں ایک بڑا حصہ اخباری برادری کا ہے جس میں سیاسی جماعتیں صرف ثانوی درجے میں ذمہ دار ہیں۔ بات کا بتنگڑ بنانا اور سنسنی خیزی پیدا کر کے اخبار بیچنا اخباری صنعت کا جزو لاینفک بن گیا ہے۔ دوسرے درجے میں یہ بات بھی صحیح ہے کہ بلند ترین سطح کی کرپشن ثبوت نہیں چھوڑا کرتی۔ کرپشن کو یہ مواقع حاصل ہوتے ہیں کہ وہ کوئی ثبوت باقی نہ رہنے دے۔ تیسرا یہ کہ بلند ترین سطح کی آلہ کار بیوروکریسی ہوتی ہے اور یہ ہمارے سامنے آ رہا ہے کہ بیوروکریسی پر موجودہ حکومت نے ہاتھ ڈال دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسی کی تہہ سے بڑے مگرمچھوں تک بھی ہاتھ پہنچ ہی جائیں گے' واللہ اعلم

☆ یہ بات کہی جاتی رہی ہے کہ مرتضیٰ بھٹو کے قتل میں بے نظیر یا زرداری کا ہاتھ تھا' آپ کیا سمجھتے ہیں؟

○ میں سمجھتا ہوں کہ بے نظیر پر اس قسم کا شک و شبہ کرنا حد درجے کی بیمار ذہنیت کی عکاسی ہے' البتہ زرداری کی حد تک امکان یقیناً موجود ہے اور اس کے آلہ کار کے طور پر سابق وزیر اعلیٰ سندھ عبداللہ شاہ کا ملوث ہونا اس کے فرار سے قرائن کی شہادت کے درجے میں

ثابت ہو چکا ہے۔

☆ پیپلز پارٹی نے خواتین کی نشستوں کے بارے میں جو بل پیش کیا تھا اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کیونکہ مسلم لیگ نے اسے مسترد کر دیا ہے اور اس پر کوئی بحث نہیں ہوئی؟

○ ایک تو استرداد اس معنی میں ہوتا ہے کہ ان کے بل کا ان کو کیوں کریڈٹ جائے ہم اپنا بل لائیں گے۔ میں تو اس ضمن میں اس رائے کا قائل ہوں۔ مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ سیدہ عابدہ حسین کی رائے بھی ہے یعنی اگر مغربی معاشرے کے مطابق ہی چلنا ہے تو کہیں بھی خواتین کی اس طرح بالواسطہ انتخاب کی روایت نہیں ہے۔ اگر نصرت بھٹو' بے نظیر بھٹو' سیدہ عابدہ حسین اور متعدد دیگر خواتین ملک کے عام انتخابات کے ذریعے ایوان ہائے حکومت میں پہنچ سکتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اسی راستے پر اکتفا کی جانی چاہئے۔

☆ پچھلے دنوں ٹی وی پر ہونے والے مذاکرہ میں یہ بات ہوئی تھی کہ پاکستان کی زرعی آمدنی ۶۰۰ ارب کے قریب ہے لیکن جاگیردار طبقہ اس میں سے کوئی ٹیکس ادا نہیں کرتا۔ محبوب الحق نے کہا تھا کہ آدھا حصہ بھی جاگیردار کے پاس آتا ہے تو یہ ۳۰۰ ارب روپے بنتا ہے۔ اس کا ٹیکس جاگیرداروں سے لینا چاہئے۔

○ میں چونکہ ماہر معاشیات نہیں ہوں لہٰذا مجھے پورا اندازہ نہیں ہے کہ محبوب الحق جو کہہ رہے ہیں اس میں کتنی حقیقت اور کتنا مبالغہ ہے۔

سرخ بچھیا — ایک نیا فتنہ

میلوڈی نام کی سرخ بچھیا نے اسرائیل کی حکومت اور عوام کے لئے ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی ہے بعض اسرائیلی اسے "مسیحا" کی آمد کا پیش خیمہ قرار دے رہے ہیں بعض کہہ رہے ہیں کہ اس فتنے کو گولی مار دی جائے جبکہ بعض کے نزدیک سرے سے اس بارے میں بحث کرنا بھی حماقت ہے۔

٭ملاؤں کی اس بچھیا کے بارے میں یہودیوں کا کہنا ہے کہ یہ پہلا موقع ہے کہ دو ہزار سال میں اس مقدس سرزمین پر ایسی سرخ رنگ کی بچھیا پیدا ہوئی ہے۔ جس کا مطلب یہ لیا جا رہا ہے کہ اس وقت یہودی من حیث القوم ایک نہایت نازک دور میں داخل ہو چکے ہیں۔

پرانے زمانے میں یہ دستور رہا ہے کہ کسی پیشوا عبادت گاہ میں داخل ہونے سے پہلے سرخ بچھیا کی راکھ ملے چشمے کے پانی سے اپنے آپ کو پاک کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ خدشہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں میلوڈی کو یہودی عبادت گاہ کی اس مقام پر دوبارہ تعمیر کے لئے غیبی اشارہ نہ سمجھ لیا جائے جہاں اس وقت مسلمانوں کی مقدس ترین عبادت گاہیں ہیں۔ چنانچہ ایک آزاد خیال یہودی روزنامے نے حال ہی میں اسے دہشت گردی کے بم سے بھی زیادہ تباہ کن شے قرار دیتے ہوئے مشورہ دیا ہے کہ اسے گولی مار کر یہ قصہ تمام کر دیا جائے۔ تاہم بعض جدید تعلیم یافتہ یہودی اس وقت تمام بحث کو یہ کہہ کر خرافات قرار دیتے ہیں کہ قومی اور ملکی فیصلے اس قسم کی توہمات کی بنا پر نہیں ہوتے۔

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد کے زیر اہتمام

۲۹ جون کو علاقہ بونیر کے قصبہ سواری ضلع ڈگر میں

خلافت ریلی

کا انعقاد ہو گا۔ ان شاء اللہ ۔ اس ریلی میں امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت

ڈاکٹر اسرار احمد

بھی شرکت کریں گے اور خطاب فرمائیں گے

مقابل ہے آئینہ

افکارِ مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی کی حالیہ پالیسی!!

بین الاقوامی معاملات اور امت مسلمہ کے عالمی مسائل کے ضمن میں جماعت اسلامی کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا نقطہ نظر کیا تھا اور پاکستان کے داخلی حالات کے تناظر میں ان کے نزدیک نظام اسلامی کے قیام کی صحیح ترتیب کیا ہونی چاہئے تھی' ان اہم امور کی وضاحت مولانا کی معروف زمانہ کتاب "رسائل و مسائل" میں ملتی ہے جس کے ذریعے مولانا مرحوم کے ۴۶ء تا ۴۸ء کے افکار کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس کتاب کے آخری حصے میں "قضیہ فلسطین میں جماعت کا رویہ" اور "نظام اسلامی کے قیام کی صحیح ترتیب" کے عنوانات کے تحت مولانا نے اپنا جو موقف تحریر فرمایا ہے' نذر قارئین ہے۔ یہ دراصل ایک آئینہ ہے جس کے روبرو جماعت اسلامی کی موجودہ پالیسی کو رکھ کر جماعت کی موجودہ قیادت کی سوچ اور جماعت کی حالیہ پالیسی کے بارے میں ٹھیک ٹھیک رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ (ادارہ)

قضیہ فلسطین میں جماعت کا رویہ

☆: بعض اصحاب پوچھتے ہیں کہ فلسطین کی سیاست میں امریکہ اور برطانیہ کی خود غرضی و اسلام دشمنی کے نتائج آشکارا ہیں۔ جماعت اسلامی نے اس معاملہ میں کبھی اپنی پالیسی کا اظہار کیوں نہ کیا؟

O : ہم وقتی مسائل کو اتنی اہمیت نہیں دیتے کہ اپنے اصل کام کو چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑ جائیں۔ ہمارے نزدیک برطانیہ اور امریکہ سخت ظلم کر رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ فلسطین کے معاملہ میں انہوں نے بے انصافی کی حد کر دی ہے۔ اہل فلسطین سے ہمدردی کرنا ہر انسان کا انسانی فرض ہے۔ اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے یہ فرض کئی گنا زیادہ سخت ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کریں۔ پھر فلسطین کا مسئلہ اس لئے بھی اہم ہے کہ اگر خدانخواستہ وہاں یہودی ریاست بن گئی تو اس سے مرکز اسلام (حجاز) کو بھی متعدد قسم کے خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ اس معاملہ میں دنیا کے مسلمان مدافعت کے لئے جو کچھ بھی کریں ہم ان کے ساتھ ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک اصل مسئلہ فلسطین یا ہندوستان یا ایران یا ترکی کا نہیں ہے۔ بلکہ اصل مسئلہ کفر و اسلام کی کشمکش کا ہے اور ہم اپنا سارا وقت' ساری قوت اور ساری توجہ اس مسئلے پر صرف کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جب تک یہ مسئلہ حل نہ ہوگا دوسرے مسائل کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (ترجمان القرآن شوال ۶۵ھ ستمبر ۴۶ء)

نظام اسلامی کے قیام کی صحیح ترتیب

☆: جن لوگوں سے پاکستان کے آئندہ نظام کے متعلق گفتگو ہوتی ہے وہ اکثر اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ آپ اور دوسرے اہل علم اسلامی حکومت کا ایک دستور کیوں نہیں مرتب کرتے تاکہ اسے آئین ساز اسمبلی میں پیش کر کے منظور کرایا جائے؟ اس سوال سے صرف مجھ کو ہی نہیں دوسرے کارکنوں کو بھی اکثر و بیشتر سابقہ پیش آتا ہے۔ گو ہم اپنی حد تک لوگوں کو بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ضرورت ہے کہ آپ اس سوال کا جواب ترجمان القرآن میں دیں تاکہ وہ بہت سی غلط فہمیاں صاف ہو سکیں جن پر یہ سوال مبنی ہے۔

O : آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا مفصل جواب تو سردست نہیں دیا سکتا لیکن مختصر طور پر میں ایک بات عرض کروں گا جس سے امید ہے کہ آپ معاملہ کی اصل حقیقت تک پہنچ جائیں گے۔

ہم یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ جہاں نہ معاشرہ صحیح معنوں میں اسلامی ہو نہ اخلاق اسلامی' جہاں کا سیاسی و معاشی اور تعلیمی نظام بھی اب تک غیر اسلامی خطوط پر ترقی کرتا رہا ہو' اور جہاں ایک مجرد سیاسی تحریک کی بدولت ایک آزاد ریاست بننے کی یکایک نوبت آگئی ہو' وہاں اسلامی نظام کا قیام صرف اتنی سی بات پر اٹکا ہو کہ ہم ایک دستور مرتب کر کے پیش کریں اور برسراقتدار لوگ اسے لے کر نافذ کر دیں۔ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ گمان کرے کہ ایک مدرسے سے یا ایک بینک کو ہسپتال بنا دینے میں بس اتنی کسر ہے کہ چند ڈاکٹر مل کر ایک اچھے ہسپتال کا خاکہ مرتب کر دیں اور وہ مدرسے کے معلمین یا بینک کے اسٹاف کو دے دیا جائے تاکہ وہ اسے دیکھ دیکھ کر سارا کام کرتے چلے جائیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں اچھے خاصے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی اس سادگی کے ساتھ سوچ رہے ہیں۔ شاید دستور کو انہوں نے کوئی تعویذ سمجھا ہے!

واضح طور پر سمجھ لیجئے کہ یہاں اسلامی نظام کا قیام صرف دو طریقوں سے ممکن ہے:

ایک یہ کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں اس وقت زمام کار ہے وہ اسلام کے معاملہ میں اتنے مخلص اور اپنے وعدوں کے بارے میں جو انہوں نے اپنی قوم سے کئے تھے اتنے صادق ہوں کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کی جو اہلیت ان کے اندر مفقود ہے اسے خود محسوس کر لیں اور ایمانداری کے ساتھ یہ مان لیں کہ پاکستان حاصل کرنے کے بعد ان کا کام ختم ہو گیا ہے اور یہ کہ اب یہاں اسلامی نظام تعمیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اس کے اہل ہوں۔ اس صورت میں معقول طریق کار یہ ہے کہ پہلے ہماری دستور ساز اسمبلی ان بنیادی امور کا اعلان کرے جو ایک غیر اسلامی نظام کو اسلامی نظام میں تبدیل کرنے کے لئے اصولاً ضروری ہیں (جنہیں ہم نے اپنے "مطالبہ" میں بیان کر دیا ہے) پھر وہ اسلام کا علم رکھنے والے لوگوں کو دستور سازی کے کام میں شریک کرے اور ان کی مدد سے ایک مناسب ترین دستور بنائے' پھر نئے انتخابات ہوں اور قوم کو موقع دیا جائے کہ وہ زمام کار سنبھالنے کے لئے ایسے لوگوں کو منتخب کرے جو اس کی نگاہ میں اسلامی نظام کی تعمیر کے لئے اہل ترین ہوں۔ اس طرح صحیح جمہوری طریق پر اختیارات اہل ہاتھوں میں بسہولت منتقل ہو جائیں گے اور وہ حکومت کی طاقت اور ذرائع سے کام لے کر پورے نظام زندگی کی تعمیر جدید اسلامی طرز پر کر سکیں گے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ معاشرے کو جڑ سے ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے اور ایک عمومی تحریک اصلاح کے ذریعہ سے اس میں خالص اسلامی شعور و ارادہ کو بتدریج اس حد تک نشو و نما دیا جائے کہ جب وہ اپنی پختگی کو پہنچے تو خود بخود اس سے ایک مکمل اسلامی نظام وجود میں آ جائے۔

ہم اس وقت پہلے طریقہ کو آزما رہے ہیں۔ اگر اس میں ہم کامیاب ہو گئے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ پاکستان کے قیام کے لئے ہماری قوم نے جو جدوجہد کی تھی وہ لاحاصل نہ تھی بلکہ اسی کی بدولت اسلامی نظام کے نصب العین تک پہنچنے کے لئے ایک سہل ترین اور قریب ترین راستہ ہمارے ہاتھ آ گیا۔ لیکن اگر خدانخواستہ ہمیں اس میں ناکامی ہوئی اور اس ملک میں ایک غیر اسلامی ریاست قائم کر دی گئی تو یہ مسلمانوں کی ان تمام محنتوں اور قربانیوں کا صریح ضیاع ہو گا جو قیام پاکستان کی راہ میں انہوں نے کیں' اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم پاکستان کے بعد بھی اسلامی نقطہ نظر سے اسی مقام پر ہیں جہاں پہلے تھے۔ اس صورت میں ہم پھر دوسرے طریقہ پر کام شروع کر دیں گے' جس طرح پاکستان بننے سے پہلے کر رہے تھے۔

امید ہے کہ اس توضیح سے لوگ ہماری پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے۔ ہم کوئی کام وقت سے پہلے نہیں کرنا چاہتے۔ سردست ہم نے اسلامی نظام کے بنیادی امور کو ایک مطالبہ کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ اگر اسے قبول کر لیا جائے تو دستور سازی کے کام میں جس حد تک ممکن ہو گا ہم پوری مدد کریں گے۔ لیکن اگر سرے سے یہ بنیادی امور ہی برسراقتدار لوگوں کو منظور نہ ہوں تو پھر دستور کا خاکہ پیش کرنے سے آخر کیا فائدہ متصور ہے؟

(ترجمان القرآن۔ ذی القعدہ ۱۳۶۷ھ ۔ ستمبر ۱۹۴۸ء)

تنظیم اسلامی کے شعبہ نشر و اشاعت کے تحت جاری کردہ پریس ریلیز

جو مکمل یا جزوی طور پر نمایاں قومی اخبارات میں شائع ہوئے

عجلت میں منظور کردہ احتسابی قانون میں مخصوص دور کا استثناء ختم کیا جائے

لاہور (پ ر) ۳۱ مئی ۱۹۹۷ء' امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے عجلت میں منظور کئے گئے "احتسابی بل" پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ قومی سطح پر اتفاق رائے حاصل کر کے بے لاگ اور شفاف احتسابی قانون بنانے کی بجائے ۸۵ء سے ۹۰ء تک کے پانچ سالہ دور کو خصوصی قانونی تحفظ فراہم کرکے اسے احتساب سے بالاتر قرار دینے کے حکومتی فیصلے سے بے لاگ احتساب کے دعووں کی حقیقت کھل گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کو چاہئے تھا کہ وہ قومی خزانے کی لوٹ مار کرنے والے بدعنوان عناصر کے خلاف ایسا بے لاگ اور شفاف احتسابی قانون بناتی کہ حکومت کے مخالف سیاسی عناصر کو بھی اس قانون کی تائید کرنا پڑتی' مگر مخصوص دور کی کرپشن اور لوٹ مار کو قانونی تحفظ فراہم کرکے اس پر پردہ ڈالنا درست نہیں ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ منظور کئے جانے والے احتسابی بل پر قومی اسمبلی اور سینٹ میں کھلی بحث ہونی چاہئے تھی تاکہ بل میں موجود نقائص اور کوتاہیوں کی تلافی کی جا سکتی۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قومی اسمبلی اور سینٹ سے منظور کردہ احتسابی قانون کو قومی امنگوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اس میں موجود خامیوں کو دور کرکے مخصوص دور کے تحفظ کو ختم کرے۔

دینی سیاسی جماعتیں باہمی مشورے سے ملک کو اسلامی ریاست بنانے کیلئے انقلابی طریق کار اختیار کریں

لاہور (پ ر) 5 جون 1997 ' امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے جمعیت علماء اسلام کے دونوں دھڑوں کی طرف سے مروجہ انتخابی سیاست سے دستبرداری کے اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ دینی سیاسی جماعتیں ملک میں نفاذ اسلام کے صحیح راستے کا انتخاب کریں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ ملک کو اسلامی ریاست بنانے کے لئے انقلابی طریق کار پر مبنی پریشر گروپ کے قیام کے لئے دینی سیاسی جماعتیں باہمی مشورے اور افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کریں۔ بصورت دیگر متفقہ لائحہ عمل اختیار کرنے کی بجائے دینی سیاسی جماعتوں نے "من پسند" راستوں پر مبنی پالیسی اپنائی اور محض ذاتی اور جماعتی مفادات اور چودھراہٹ کو مطمع نظر بنالیا تو اس پالیسی سے "انتخابی سیاست" سے بھی بدتر نتائج برآمد ہوں گے۔ انہوں نے جماعت اسلامی اور دیگر دینی سیاسی جماعتوں سے بھی اپیل کی کہ وہ حکمرانوں کی مخالفت پر مبنی وقتی اور بے نتیجہ سیاست میں اپنی قیمتی صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کی بجائے ملک کو مثالی اسلامی ریاست بنانے کے لئے "نبوی انقلاب" کی روشنی میں انقلابی لائحہ عمل اختیار کریں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ اسلامی نظام کا نفاذ انتخابات کے راستے سے ممکن نہیں ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی قیادت میں تنظیم اسلامی کے وفد کی جے یو آئی کے سرپرست اعلیٰ مولانا اجمل خان سے ملاقات

لاہور (پ ر) 7 جون 1997' ڈاکٹر اسرار احمد کی قیادت میں تنظیم اسلامی کے وفد نے جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما مولانا اجمل خان سے ان کی رہائش گاہ پر خصوصی ملاقات کی۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مولانا اجمل سے تنظیم اسلامی کی "تکمیل دستور خلافت" مہم میں تعاون کی اپیل کی اور کہا کہ ملک میں اسلامی نظام کا قیام پارٹی ایشو نہیں' بلکہ قومی مطالبہ ہے جس کی تائید تمام دینی عناصر کو متفقہ طور پر کرنی چاہئے۔ جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا اجمل خان نے تنظیم کی طرف سے شریعت کو سپریم لاء بنانے کے لئے تکمیل دستور خلافت مہم میں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے کہا کہ تمام دینی جماعتوں کو شریعت کی بالادستی کے قیام کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہئے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مولانا اجمل خان کو شیعہ سنی مفاہمت کی اہمیت کے لئے موثر پیش رفت کی ضرورت پر زور دیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے جمعیت علماء اسلام کے سرپرست اعلیٰ کو تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ۶ جولائی کو شیعہ سنی مفاہمت کے لئے مجوزہ سیمینار میں شرکت کی دعوت بھی دی جسے مولانا نے قبول فرما لیا۔ تنظیم اسلامی کے وفد میں تنظیم اسلامی کے مرکزی رہنما جنرل ریٹائرڈ محمد حسین انصاری' ناظم اعلیٰ عبدالرزاق اور شعبہ نشر و اشاعت کے نائب ناظم نعیم اختر عدنان اور مرزا ایوب بیگ شامل تھے' جبکہ جمعیت کے وفد میں مولانا اجمل خان کی معاونت صاحبزادہ مولانا محمد امجد خان نے کی۔

جمعیت اہل حدیث کے سربراہ سینیٹر ساجد میر کی امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے ملاقات

لاہور (پ ر) 10 جون 1997' جمعیت اہل حدیث کے سربراہ سینیٹر پروفیسر ساجد میر نے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی دعوت پر قرآن اکیڈمی لاہور میں خصوصی ملاقات کی۔ ملاقات میں سینیٹر ساجد میر صاحب کو شریعت کو ملک کا سپریم لاء بنانے کے لئے تنظیم اسلامی کی طرف سے جاری "تکمیل دستور خلافت" مہم سے آگاہ کیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے انہیں بتایا کہ وفاقی شرعی عدالت کے سود کی حرمت کے بارے میں تاریخی فیصلے کے خلاف حکومت کو اپیل واپس لینے پر آمادہ کیا جائے تاکہ ملک سے سودی نظام کا خاتمہ ہو سکے۔ انہوں نے تنظیم اسلامی کی طرف سے نفاذ اسلام کے اعلیٰ تر مقصد کے لئے شیعہ سنی مفاہمت کی کوششوں کا بھی ذکر کیا اور اس سلسلے میں جمعیت اہل حدیث سے عملی تعاون کی اپیل کی۔ پروفیسر ساجد میر صاحب نے ڈاکٹر اسرار احمد کی طرف سے ملک کو دستوری سطح پر اسلامی ریاست بنانے کے مطالبے کی پرزور تائید کرتے ہوئے اپنی جماعت کی طرف سے مکمل حمایت کا یقین دلایا۔ انہوں نے کہا کہ دینی جماعتوں کو غیر اہم اور وقتی مسائل پر اپنی توانائیاں لگانے کی بجائے ملک کے دستور کو اسلامی بنانے کے مطالبے کو زوردار تحریک کی شکل دے کر نفاذ اسلام کی راہ ہموار کرنی چاہئے۔ دونوں جماعتوں کے رہنماؤں نے اس بات پر اتفاق کا اظہار کیا کہ نواز شریف حکومت دستور میں ترمیم کے ذریعے قرآن و سنت کی بالادستی قائم کرے تاکہ ملک کا قبلہ درست ہو سکے۔

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل

دستور خلافت کی تکمیل

ہفتہ رفتہ کی اہم خبریں

چیچنیا میں اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان

چیچنیا کے صدر اسلان مسخاروف نے ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کا اعلان کیا ہے چنانچہ اب ملک بھر کی عدالتیں اسلامی قوانین کے مطابق فیصلے کریں گے اور مجرموں کو قرآن و حدیث کے مطابق سزائیں دی جائیں گی۔ صدر مسخاروف نے ملک میں اسلامی بینکاری کا نظام بھی رائج کر دیا ہے۔

صدر مسخاروف نے کہا ہے کہ اب اس ملک میں سیکولر نظام نہیں چل سکتا' اب یہاں پر صرف اسلامی نظام ہی چلے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ کاکیشیا میں اسلامی معاشرہ قائم ہو۔ انہوں نے ملک میں موجود مختلف مالیاتی اور دوسرے متعلقہ ادارے ختم کرکے اسلامی بینکاری نظام رائج کرنے کا اعلان کیا۔ چیچنیا کے صدر نے یہ اہم ترین اعلان ملک بھر سے آئے ہوئے رہنماؤں کے اجتماع میں کیا۔ انہوں نے اس موقع پر اغوا کے مجرموں کو موت کی سزا دینے کے فرمان پر بھی دستخط کئے۔ اطلاعات کے مطابق چیچنیا ابھی پوری طرح آزاد نہیں ہے تاہم اسے روس کی جانب سے داخلی خود مختاری حاصل ہے۔ صدر مسخاروف نے کہا ہے کہ چونکہ ان کے ملک کو داخلی خود مختاری حاصل ہے لہٰذا اسی اختیار کے تحت چیچنیا میں اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ (۱۰جون' نوائے وقت)

بھارتی میزائلوں کا جواب دیں گے ○ جہانگیر کرامت

چیف آف آرمی سٹاف جنرل جہانگیر کرامت نے کہا ہے کہ پاکستانی قوم جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ ہم میزائلوں کا موثر جواب میزائلوں سے 'توپ و تفنگ کا جواب توپ و تفنگ سے دے کر دکھائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ فوج کو عوام کی مکمل حمایت حاصل ہے اور یہ تعلق عارضی سیاسی' سماجی اور اقتصادی مسائل سے بالاتر ہے۔ انہوں نے کہا کہ دشمن نے ہماری امن پسندی کا غلط مطلب نکالا تو یہ اس کی المناک بھول ہو گی۔ آرمی چیف نے کہا مضبوط اندرونی اور بیرونی دفاع ہماری قومی سلامتی کی بنیاد ہے اور پاک فوج پاکستان کی خود مختاری' علاقائی یکجہتی اور قومی اقتدار کے دفاع کے اہم ترین قومی مفاد کا تحفظ جاری رکھے گی۔ (۵جون' روزنامہ جنگ)

حکومت اور فوج ناکام رہی ایران اور طالبان سے مختلف انقلاب لائیں گے ○ قاضی

ملک کے معاشی حالات کو سدھارنے اور اقتصادی بحران ختم کرنے میں مسلم لیگ کی موجودہ حکومت' پیپلز پارٹی اور فوج ناکام ہو چکی ہے اور اب مسائل کا حل صرف اور صرف اسلامی انقلاب کے ذریعے ہی ممکن ہے اور یہ انقلاب عوام کی حمایت سے جماعت اسلامی ہی لا سکتی ہے۔ ہمارا انقلاب ایران اور طالبان کے انقلاب سے بالکل مختلف ہو گا۔ ایران میں ایک خاص طبقہ کی حکومت ہے اور طالبان اب تک خود کو طالبان کہتے ہیں۔ انہیں خود عالمان کی ضرورت ہے۔ ہم اسلامی انقلاب میں جبر کے قائل نہیں۔ چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ کبھی داڑھی نہ رکھنے یا نہ بڑھانے پر سزا نہیں دی گئی۔ (۵جون روزنامہ جنگ)

قائداعظم اور علامہ اقبال بھی آرٹیکل ۶۲-۶۳ پر پورے نہیں اترتے ○ ڈاکٹر جاوید اقبال

علامہ اقبال کے فرزند ارجمند ڈاکٹر جاوید اقبال نے ہفت روزہ "فیملی میگزین" کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے موجودہ دستور کے آرٹیکل ۶۲-۶۳ پر قائداعظم اور علامہ اقبال دونوں پورے نہیں اتر سکتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ علامہ کا پاکستان نہیں ہے۔ انتخابات پر جاگیرداروں کا کنٹرول ہے اور ہمارے قول و فعل میں تضاد ہے۔ انہوں نے کہا یہ جوش ۶۲-۶۳ کا اضافہ کیا گیا ہے یہ منافقانہ ہے کہ آپ نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہ آپ کو دعائے قنوت آتی ہے۔ کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ ہاں میں نماز پڑھتا ہوں اور پھر ان شقوں پر علامہ اقبال اور قائداعظم بھی پورے نہیں اتر سکتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں تو نئی نسل کو آگے لے جانا چاہتا ہوں لیکن مولوی تیار نہیں ہیں۔ عورت کی آزادی کے بارے میں انہوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ عورت کو اتنی ہی آزادی ملنی چاہئے جتنی مرد کو حاصل ہے۔ عورت کو چار دیواری میں قید کرکے رکھنا بالکل غلط ہے۔ (۵جون' روزنامہ خبریں)

پاکستان اور بھارت کشمیر سے فوجیں بلالیں ○ نواز شریف

وزیراعظم پاکستان محمد نواز شریف نے L.T.V کو اپنے ایک انٹرویو میں زور دے کر کہا ہے کہ پاکستان اور بھارت سے دو طرفہ انتظام کے ذریعہ کشمیر کی منقسم سرزمین کو فوجوں سے خالی کرایا جائے۔ اس سے اعتماد کی فضا بحال کرنے میں مدد ملے گی۔ انہوں نے کہا کہ محاذ آرائی کی راہ اپنا کر ہم نے صرف نقصان ہی اٹھایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دفاعی بجٹ کم کر دیا جائے۔ ہمیں ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھنا چاہئے۔ نواز شریف نے کہا کہ دونوں ممالک نے اپنی ترقی پر توجہ دینے کی بجائے سب کچھ دفاعی بجٹ کی نذر کر دیا ہے۔ ہمیں اپنے رویئے میں تبدیلی لانی چاہئے اور یہ جائزہ لینا چاہئے کہ ماضی کی پالیسیوں سے ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ میں گجرال کی مجبوریوں کو سمجھتا ہوں لیکن میری بھی مجبوری ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھارتی وزیراعظم گجرال بڑے نفیس انسان ہیں۔ امید ہے وہ مثبت جواب دیں گے۔ انہوں نے کرکٹ میچ دیکھنے بھارت جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ (۷جون' روزنامہ پاکستان)

زرعی ٹیکس۔ سرکاری ارکان دو حصوں میں بٹ گئے

پنجاب میں زرعی ٹیکس کے نفاذ پر مسلم لیگ اور اس کی اتحادی جماعتوں کی پارلیمانی پارٹی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ دیہاتی علاقوں سے تعلق رکھنے والے اراکین اسمبلی نے زرعی ٹیکس کو زیادتی قرار دیتے ہوئے زراعت پیشہ افراد کو پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کیا جبکہ شہری علاقوں کے اراکین کا موقف یہ تھا کہ چالیس چالیس لاکھ روپے کی گاڑیاں رکھنے والے زرعی ٹیکس دینے سے گریزاں ہیں۔ اس طبقہ کو ٹیکس کی چھوٹ زیادتی کے مترادف ہو گی۔ اس مرحلہ پر صوبائی وزیر خزانہ سردار ذوالفقار خان کھوسہ کی بحث بڑی دلچسپ تھی وہ کبھی زرعی ٹیکس کی حمایت میں دلائل دیتے اور کبھی دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے اراکین کی حمایت شروع کر دیتے۔ (۱۰جون' روزنامہ نوائے وقت)

بھارت کے ساتھ دوستی کی باتیں احمقانہ ہیں ○ اعجاز الحق

پاکستان کی سرحدوں پر بھارتی پرتھوی میزائلوں کی تنصیب اور بھارت کے جنگی طیاروں کی پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کے بعد یہ کہہ دینا کہ ہم بھارت کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرکے دم لیں گے' بڑی احمقانہ باتیں ہیں اور جو لوگ ایسے سنگین حالات کی روشنی میں یہ کہتے ہیں کہ ملک کے دفاعی بجٹ میں کمی کر دی جائے گی ان کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اقتدار اور وزارتیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ ہمیں وطن عزیز کا دفاع اور اس کی سلامتی اور وقار سب سے زیادہ عزیز ہے۔ مسلم لیگ اپنے مشن میں ناکام رہی تو بھاری مینڈیٹ دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ بے نظیر پر سنگین الزامات ہیں۔ انہیں اپوزیشن لیڈر بنانا حکومت کی کمزوری ہے۔ پہلے خارجہ کمیٹی کی چیئرپرسن بنا کر ہم خمیازہ بھگت چکے ہیں۔ (۱۰جون' روزنامہ خبریں)

مساجد میں لاؤڈ سپیکر پر اردو خطبہ دینے پر پابندی

وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے کہا ہے کہ حکومت نے صوبے میں مذہبی منافرت کو ختم کرنے کے لئے فیصلہ کیا ہے کہ مسجد میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال صرف آذان اور نماز جمعہ کے دوران عربی خطبہ تک محدود کر دیا جائے۔ (۱۰جون' روزنامہ جنگ)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶، شمارہ ۱۷
سالانہ زر تعاون ۔/۱۲۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد
طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

معاونین برائے ادارت:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ حبیب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

اجتماع قرآن اکیڈمی لاہور میں محمود عالم میاں کی صدارت میں منعقد ہوا۔ ناظم حلقہ لاہور جناب فیاض حکیم کی خصوصی فرمائش پر یہ اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا مقصد جاری دعوتی پروگراموں کا جائزہ اور آئندہ کے لئے بہتر انداز میں منصوبہ بندی کرنا تھا۔ جناب فیاض حکیم نے حلقہ لاہور کی نظامت سنبھالتے ہی حلقہ کے امراء اور نقباء سے تفصیلی ملاقاتیں کیں تاکہ حلقہ لاہور کو امیر محترم کی خواہش کے مطابق ایک متحرک و فعال تنظیم کی شکل دی جا سکے۔ لاہور شرقی کا یہ اجتماع بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ ناظم حلقہ نقباء اسرہ سے نظم کی مجموعی کیفیت دریافت کی۔ فیاض حکیم صاحب نے خاص طور پر ماڈل ٹاؤن کے علاقے میں دعوتی کام کے حوالے سے جائزہ لیا۔ تمام نقباء نے ع "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کے مطابق اپنے اپنے مشورے اور تجاویز پیش کیں۔ ناظم حلقہ نے کہا کہ تنظیم اسلامی کے نظم میں نقیب اسرہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے چنانچہ نقیب اسرہ کی فعالیت اور کردار و عمل کی پختگی کے بغیر رفقاء کی دینی جدوجہد میں نکھار پیدا ہونا مشکل ہے۔

انہوں نے کہا کہ اس وقت معاشی جدوجہد بہت کٹھن ذمہ داری بن چکی ہے مگر اللہ کے دین کی سربلندی بھی ہمارے بنیادی فرائض میں سے اولین فرض کی حیثیت رکھتی ہے۔ ناظم حلقہ نے کہا کہ غلبہ دین کی جدوجہد کے لئے ہمیں "متوکلین علی اللہ" کا مذہب اختیار کرنا ہو گا، توکل اور صبر کے ذریعے ہی دین کی دعوت اور اقامت کی جدوجہد نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے۔ دین کی جدوجہد میں ع "ہر لحظہ مومن کی نئی آن نئی شان" کے مصداق بہتر سے بہتر منصوبہ بندی کے لئے کوشاں رہنا چاہئے۔ چنانچہ اس عزم و جزم کی حامل پرخلوص جدوجہد سے ہی فرشتوں کی مدد ہمارے ساتھ شامل ہو سکتی ہے جس کا حال شاعر مشرق نے یوں بیان کیا ہے کہ :

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

(رپورٹ : صفدر بیگ، نقیب اسرہ، قرآن اکیڈمی)

انتقال پر ملال

تنظیم اسلامی راولپنڈی کے نائب امیر محمد ارزم بھٹی کی والدہ کا ۲۹ مئی کو انتقال ہو گیا ہے۔ راولپنڈی کینٹ کے رفقاء کی کثیر تعداد مرحومہ کے جنازے میں شریک تھی۔ رفقاء و احباب سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

اطلاعات و اعلانات

تنظیمی عہدوں پر نئی تقرریاں

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے ناظم حلقہ پنجاب شمالی جناب شمس الحق اعوان سے مشورہ کے بعد جناب سید حبیب حسین شاہ کو حلقہ پنجاب شمالی کا ناظم بیت المال مقرر کیا ہے۔

○ ○ ○

امیر محترم نے اپنے حالیہ دورۂ آزاد کشمیر کے دوران امیر حلقہ آزاد کشمیر سے مشورہ کے بعد جناب محمد اختر قریشی کو ناظم بیت المال کی ذمہ داری تفویض کی ہے۔

○ ○ ○

اسی طرح حلقہ پنجاب غربی میں مشورہ کے بعد جناب پروفیسر خان محمد کو حلقہ پنجاب غربی کے ناظم بیت المال کی ذمہ داری دی گئی ہے۔

شمس الحق اعوان کی والدہ کی نماز جنازہ میں ناظم تربیت اور امیر حلقہ کی شرکت

حلقہ پنجاب شمالی کے ناظم جناب شمس الحق اعوان کی والدہ مرحومہ کو سوہدرہ (وزیر آباد) میں ان کے آبائی قبرستان میں دفن کر دیا گیا ہے۔ ان کی نماز جنازہ میں ناظم تربیت جناب رحمت اللہ بٹر اور ڈاکٹر عبدالخالق امیر حلقہ پنجاب شرقی و شمالی نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں راولپنڈی کے رفقاء کے نمائندہ گروپ نے بھی جنازہ میں شرکت کی۔ مرحومہ کی نماز جنازہ ان کے بیٹے شمس الحق اعوان نے پڑھائی۔

قرآن اکیڈمی ملتان میں سالانہ قرآنی تربیت گاہ

تعلیمی اداروں میں موسم گرما کی تعطیلات کے دوران انجمن خدام القرآن ملتان کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی میں ہر سال قرآنی تربیت گاہ منعقد ہوتی ہے۔ چنانچہ حسب معمول اس سال بھی ۹ جون سے ۸ جولائی کی تاریخوں میں قرآنی تربیت گاہ منعقد ہو رہی ہے۔ تربیت گاہ میں شریک احباب کی کثیر تعداد تعلیم یافتہ نوجوانوں پر مشتمل ہے جو ایف اے یا گریجویشن کر چکے ہیں، اور اب قرآن کے انقلابی فکر سے استفادہ کرنے میں مصروف عمل ہیں۔

مبتدی رفقاء کیلئے خصوصی تربیت گاہ

تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبہ تربیت کے ناظم چودھری رحمت اللہ بٹر کے مطابق ۱۵ جون ۹۷ء سے مبتدی رفقاء کے لئے خصوصی تربیت گاہ تنظیم کے مرکزی دفتر گڑھی شاہو لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔ وہ رفقاء جو ابھی تک کسی تربیت گاہ میں شریک نہیں ہوئے اس خصوصی تربیت گاہ میں شریک ہو کر جماعتی نظم کے تقاضے کو پورا کریں۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

☆ ویزا پابندیاں نرم کر کے آزادانہ آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا جائے۔
☆ خط و کتابت پر قدغنیں کھول دی جائیں۔
☆ چوتھے یہ کہ ایسا کر لینے کے بعد اگر ملک میں مخلوط طریقہ انتخابات بھی رائج کر دیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

وزیر اعظم نواز شریف نے اگرچہ دستور کو اسلامی بنانے کا وعدہ کیا ہے۔ ۲۴ مئی کو ہماری ملاقات میں انہوں نے سینیٹر راجہ ظفر الحق کو قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کا بل لانے کو کہا تھا لیکن ہنوز اس جانب کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ اس تاخیر کے لئے ان کے پاس کوئی جواز نہیں۔ ہم وزیر اعظم کو آگاہ کر دینا چاہتے ہیں کہ مہلت عمل ختم ہوتی جا رہی ہے۔ وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ حکومت کی مقبولیت میں بھی روز بروز کمی آتی جا رہی ہے۔ موجودہ احتساب بل سے حکومت کی اخلاقی کمزوری سامنے آ چکی ہے۔ اے این پی سے بھی اختلافات سامنے آتے جا رہے ہیں۔ حکومت کے خلاف بارہ جماعتی اتحاد وجود میں آ چکا ہے۔ حالات تیزی سے خرابی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ صورتحال نواز شریف کے لئے بھی خطرناک ہے اور پوری قوم کے لئے بھی باعث نقصان۔ ان حالات میں کامیابی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھنے کے لئے صرف اللہ کی مدد ہی کام آئے گی۔ لہٰذا وزیر اعظم سے ہمارا مطالبہ ہے کہ جلد از جلد قرآن و سنت کی بالادستی کی ترمیم کرائیے۔ ساتھ ہی انسداد سود کے لئے شرعی عدالت کے فیصلہ کے خلاف جو اپیل آپ نے سپریم کورٹ میں دائر کر رکھی ہے اسے واپس لیجئے یا سرد خانے سے نکال کر اس کا فیصلہ کروائیے۔ بصورت دیگر اندیشہ ہے کہ ناکامی آپ کا مقدر بنے گی۔